طلاق کے مسائل

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: Lar6750 بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تاریخ: 24-08-2017

طلاق کے بارے میں غلط فہمیاں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل طلاق دینے کا رجحان بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی سی بات پر لوگ زبانی، تحریری یا فون پر اکٹھی تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور بعد میں بہت پریشان ہوتے ہیں اور دوبارہ صلح کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ شوہر نے اگر صریح الفاظ میں تین طلاقیں دے دی ہوں، تو کیا وہ تینوں نافذ ہو جاتی ہیں یا نہیں؟ رجوع کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ اگر تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ کے رجوع ممکن نہیں، تو حلالہ کا طریقہ ارشاد فرمادیں۔ نیز تین طلاقیں ہو جانے کے باوجود لڑکا لڑکی اکٹھے رہیں، تو ان کا یوں رہنا کیسا ہے؟ گھر والوں، رشتہ داروں، دوست احباب، اہل محلہ کو کیا کرنا چاہیے؟

بعض لوگوں نے طلاق جیسے اہم شرعی مسئلہ میں کچھ باتیں گھڑی ہوئی ہوتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(1)غصہ میں طلاق نہیں ہوتی۔ (2) عورت جب تک نہ سنے، طلاق نہیں ہوتی۔ (3)عورت قبول نہ کرے، تو طلاق نہیں ہوتی۔ (4)طلاق دیتے وقت گواہ نہ ہوں، تو طلاق نہیں ہوتی۔ (5) جب تک لکھ کر نہ دو، طلاق نہیں ہوتی۔ (6) بعض کہتے ہیں کہ ساٹھ بندوں کو کھانا کھلا دو، تو دی ہوئی طلاقیں ختم ہو جاتی ہیں۔ (7) کورٹ والے کہتے ہیں کہ نوے دن کے اندر صلح ہو سکتی ہے چاہے جتنی بھی طلاقیں دی ہوں۔ (8) یونین کونسل والے کہتے ہیں کہ جب تک ہم طلاق کو نافذ نہ کریں، تب تک طلاق نہیں ہوتی اگرچہ جتنا مرضی وقت گزر جائے۔ (9) بعض کہتے ہیں کہ حمل میں طلاق نہیں ہوتی۔ (10) بعض لوگ واضح طور پر صریح الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کے بعد کہتے ہیں کہ میری طلاق دینے کی نیت نہیں تھی، اس لیے طلاق نہیں ہوئی۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں ان باتوں کا مختصر جواب تحریر فرمادیں تاکہ مسلمان شرعی حکم پر عمل پیرا ہو سکیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

شرعی طور پر جب تین طلاقیں ہو جائیں اگرچہ یہ طلاقیں لڑائی کے سبب ہوں یا بلاوجہ یا فون پر دی جائیں یا زبانی یا تحریری، بہر صورت عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ کے رجوع کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ﴾ ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی، تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت230)

حلالہ شرعیہ کی صورت یہ ہے کہ طلاق کی عدت پوری ہو جانے کے بعد وہ عورت کسی اور سے نکاحِ صحیح کرے اور دوسرے شوہر سے بعد از صحبت طلاق ہو جائے یا دوسرا شوہر فوت ہو جائے، تو عورت عدت گزار کر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَآ اَنۡ يَّتَرَاجَعَا﴾ ترجمہ کنز الایمان: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی، تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی، جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے، تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 230)

اگر میاں بیوی تین طلاقوں کے باوجود بغیر حلالہ کے رجوع کریں، تو سخت گناہ گار و زانی ہوں گے۔ گھر والوں، رشتہ داروں اور اہل محلہ پر لازم ہے کہ وہ حسبِ استطاعت ان کو اکٹھے رہنے سے روکیں۔ اگر یہ دونوں باز نہ آئیں، تو ان سے قطع تعلقی کرنا چاہیے۔ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جس شخص نے مطلقہ ثلاثہ کو اپنے پاس رکھا ہے، وہ حرام کاری میں مبتلا ہوا۔ اہل محلہ اور رشتہ داروں کو اس سے ملنا جلنا ناجائز و گناہ تھا، جب تک وہ اس عورت کو اپنے سے جدا نہ کر دے اور بالاعلان توبہ نہ کرے۔“

(وقار الفتاوی، جلد 3، صفحہ 165، بزم وقار الدین، مطبوعہ کراچی)

طلاق کے حوالے سے جو سائل نے لوگوں کی باتیں لکھی ہیں، واقعی یہ عموماً سننے کو ملتی ہیں، جو کہ بالکل غلط اور خود ساختہ ہیں۔ مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو دلیل بنانا، ناجائز اور لوگوں کا طلاق جیسے اہم مسئلہ میں اس میاں بیوی کو یہ باتیں بتلا کر رجوع کی ترغیب دینا حرام ہے۔ جس شخص کو طلاق کے مسائل کا شرعی علم نہیں، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ طلاق کے مسئلہ میں اپنی رائے دے، کیونکہ بغیر علم کے فتوی دینا حرام ہے۔ حدیث پاک میں ہے ”من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض۔ رواہ ابن عساکر عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ یعنی جو بغیر علم کے فتوی دے، اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اسے ابن عساکر نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال، جلد 10، صفحہ 193، حدیث 29018، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مختصراً ان صورتوں کا جواب دیا جاتا ہے، جو لوگوں نے گھڑ لی ہیں:

(1) **غصہ میں طلاق:** غصہ میں طلاق ہو جاتی ہے، بلکہ اکثر طلاق ہوتی ہی غصہ میں ہے۔ کوئی پیار سے طلاق نہیں دیتا۔ امام اہل سنت اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان فرماتے ہیں: ”**غصہ مانعِ وقوعِ طلاق نہیں**، بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے، تو اسے مانع قرار دینا گویا حکمِ طلاق کا راساً ابطال ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 12، صفحہ 383، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) **عورت کا طلاق سننا:** جب شوہر طلاق دے، اسی وقت طلاق ہو جاتی ہے، عورت کا سننا ضروری نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے: ”طلاق کے لیے **زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سننا ضرور نہیں**، جبکہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظِ طلاق ایسی آواز سے کہے، جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچے) عند اللہ طلاق ہو گئی۔ عورت کو خبر ہو، تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلّقہ جانے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد 12، صفحہ 362، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) **عورت کا طلاق قبول کرنا:** شوہر کے طلاق دیتے ہی طلاق ہو جاتی ہے، عورت کا طلاق قبول کرنا، شرط نہیں۔ امام احمد رضا خان علیہ

رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "اگر واقع میں اس شخص نے یہ خط آپ کو لکھا یا دوسرے کو عبارت مذکورہ بتا کر لکھوایا کہ میری عورت کی نسبت یہ الفاظ لکھ دے، تو جس وقت اس کے قلم یا زبان سے یہ لفظ نکلے، اسی وقت سے عورت پر ایک طلاق پڑ گئی اور اسی وقت سے عدّت کا شمار ہو گا اگرچہ یہ خط بڑودہ (سوال میں مذکور جگہ کا نام) نہ پہنچتا یا وہ خود ہی لکھ کر نہ بھیجتا یا مکتوب الیہم (جن کی طرف خط لکھا گیا) عورت کو نہ سُناتے کہ جو الفاظِ طلاق لکھے یا بتائے جب **ان میں کوئی شرط نہیں کہ یہ خط جب پہنچے یا سنایا جائے، اس وقت طلاق ہو**، تو ان کا لکھنا یا بتانا ہی طلاق کا موجب ہو گیا۔ بھیجنے، پہنچنے، سنانے پر توقف نہ رہا۔" (فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ447، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(4)**طلاق دیتے وقت گواہوں کا ہونا:** طلاق میں گواہوں کا ہونا ضروری نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے: "شوہرِ اول طلاق دینے کا مقر (اقرار کرتا) ہے، مگر عذر صرف یہ کرتا ہے کہ طلاق خفیہ دی، چار اشخاص کے سامنے نہ دی، لہٰذا اپنی جہالت سے طلاق نہ ہونا سمجھتا ہے، اگر ایسا ہے، تو اس کا دعوٰی غلط باطل ہے، طلاق بالکل تنہائی میں دے، جب بھی ہو جاتی ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ366، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(5)**بغیر تحریر کے فقط زبان سے طلاق دینا:** شرعی طور پر طلاق زبان سے دی جائے یا تحریری، دونوں صورتوں میں طلاق ہو جاتی ہے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "جب تین بار اس نے زبانی طلاق دے دی اور اس کا اسے اقرار ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، صرف یہ شبہ ہے کہ بلا تحریر دی ہے، لہٰذا نہ ہوئیں، تو عورت پر تینوں طلاقیں ہو جانے کا حکم ہے۔ عورت اب اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو گئی کہ بے حلالہ اب کبھی اس پر حلال نہیں ہو سکتی۔ یہ بے ہودہ عذر عدمِ تحریر محض باطل، بالکل ناکارہ اور مردود ہے۔ **طلاق ہو جانے کے لیے تحریر ہر گز لازم نہیں۔**" (فتاوی مصطفویہ، صفحہ366، شبیر برادرز، لاہور)

(6)**ساٹھ بندوں کو کھانا کھلانا:** تین طلاقوں کے بعد سوائے حلالہ کے کوئی صورت رجوع کی نہیں ہے۔ ساٹھ تو کیا ہزار مساکین کو بھی کھانا کھلا دیا جائے، تب بھی عورت حرام رہے گی۔ **طلاق ثلاثہ کا تحقیقی جائزہ** میں ہے: "بعض لوگ حیلے بہانے بنانے کی کوشش کرتے ہیں، نفس کہے گا شریعت میں اتنی سختی نہیں، لہٰذا غلطی سے یا پتہ نہ ہو، تو طلاق نہیں ہوتی، بعض رشتہ دار دوست احباب اسے کہتے ہیں: " **ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا دو رجوع ہو جائے گا**"، بعض کہتے ہیں: " غصے اور حمل کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی، جب تک بیوی نہ سنے یا طلاق نامہ وصول نہ کرے، طلاق ہوتی ہی نہیں" حالانکہ یہ سب غلط ہے۔"

(طلاق ثلاثہ کا تحقیقی جائزہ، صفحہ12، مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاہور)

(7)**نوے دن کے اندر صلح:** ایک یا دو صریح طلاق دی ہو، تو عدت کے اندر رجوع ہو سکتا ہے، لیکن تین طلاقوں کے بعد قرآن کا واضح حکم ہے کہ بغیر حلالہ رجوع نہیں۔ نوے دن کے اندر صلح کو کہنا عورت کو کھیل بنانا ہے کہ شوہر جب چاہے طلاقیں دے اور پھر نوے دن کے اندر رجوع کر لے۔ زمانہ جاہلیت میں یہی ظلم تو عورتوں پر ہوتا تھا کہ کئی طلاقیں دینے کے بعد عدت کے اندر رجوع کر لیتے تھے۔ اللہ

عزوجل نے اس ظلم کو ختم کرتے ہوئے فقط دو طلاقوں تک رجوع کی اجازت دی۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: ”عن عائشة قالت لم یکن للطلاق وقت، یطلقُ الرجل امرأته ثم یراجعها ما لم تنقض العدة و کان بین رَجل من الأنصار وبین أهله بعضُ ما یکون بین الناس فقال واللہ لأترکنک لا أیِّمًا ولا ذات زوج، فجعل یطلقها حتی اذا کادت العدة أن تنقضی راجعها، ففعل ذلک مرارًا، فأنزل اللہ عز وجل فیه﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَانٍ﴾فوقَّتَ الطلاق ثلاثًا لا رجعة فیه بعد الثالثة حتی تنکح زوجًا غیره“ ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے طلاق کا کوئی وقت نہ تھا۔ شوہر بیوی کو طلاق دیتا، پھر عدت پوری ہونے سے قبل رجوع کرلیتا۔ انصار میں سے ایک میاں بیوی کی باہم ناچاقی ہوئی، تو شوہر نے بیوی سے کہا: اللہ کی قسم میں تجھے نہ بیوی اور نہ طلاق یافتہ رہنے دوں گا۔ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے قبل رجوع کرلیتا۔ اس نے ایسا بار بار کیا، تو اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا: یہ طلاق دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، تو تین طلاقوں تک حد قائم کردی گئی کہ تین طلاقوں کے بعد رجوع نہیں۔ یہاں تک کہ بیوی دوسرے سے نکاح وصحبت نہ کرے۔(یعنی حلالہ نہ کرلے)

(تفسیر ابن کثیر، جلد1، صفحہ546، مطبوعہ پشاور)

(8) یونین کونسل والوں کا طلاق نافذ کرنا: یونین کونسل والوں کا کہنا کہ ” جب تک ہم طلاق نافذ نہ کریں گے، طلاق نہیں ہوگی“ یہ جہالت اور شریعت پر افتراء ہے، قرآن وحدیث میں تو ایسا کچھ نہیں فرمایا گیا۔ یونین کونسل والے اب چند سالوں میں وجود میں آئے ہیں، ان سے صدیوں پہلے تک جو زبانی نکاح وطلاق ہوا کرتے تھے اور طلاق کے بعد عورت آگے دوسرے شخص سے نکاح کرتی تھی، کیا وہ سب حرام تھا؟

(9) حمل میں طلاق: حاملہ کو بھی طلاق ہوجاتی ہے اور اس کی عدت وضع حمل ہے۔ یہی قرآن وحدیث کا فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حاملہ عورتوں کی خود عدت بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ وَ أُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ﴾ترجمہ کنزالایمان: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔ **(پارہ28، سورۃ الطلاق، آیت4)**

سنن کبری للبیہقی میں ہے:”عن أم کلثوم بنت عقبة أنها کانت تحت الزبیر فطلقها وهي حامل فذهب الی المسجد فجاء وقد وضعت ما في بطنها فأتی النبي صلی اللہ علیه وسلم فذکر له ما صنع فقال: بلغ الکتاب أجله“ ترجمہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، انہوں نے حمل کی حالت میں انہیں طلاق دے دی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی طرف آرہے تھے، وہ مسجد میں پہنچے، تو ام کلثوم نے اپنے پیٹ میں موجود بچے کو پیدا کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا معاملہ عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اپنی مدت کو پہنچ گئی۔(یعنی قرآن میں حاملہ کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے، وہ عدت پوری ہوگئی۔)

(سنن کبری للبیہقی، باب عدة الحامل المطلقة، جلد3، صفحہ154، مطبوعہ کراچی)

(10) طلاق دیتے وقت نیت: جب صریح الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں، تو نیت ہو یا نہ ہو بہر صورت تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اگر نکاح و طلاق میں اس قسم کی نیتوں کا اعتبار کیا جائے، تو احکام معطل ہو جائیں۔ جیسے کوئی شادی کے ایک سال بعد بیوی سے کہے کہ میں نے گھر والوں کے کہنے پر بغیر نیت ہی تمہارے ساتھ نکاح کیا تھا یا کوئی بیوی کو طلاق دے، جب وہ عدت گزار کر کسی دوسرے سے نکاح کر لے، تو پہلا شوہر کہے: میں نے تو بغیر نیت طلاق دی تھی۔ الغرض نکاح و طلاق مذاق بن کر رہ جائیں گے۔ شرح السنہ للبغوی میں ہے:

”اتفق أهل العلم على أن طلاق الهازل يقع واذا جرى صريح لفظ الطلاق على لسان العاقل البالغ لا ينفعه أن يقول كنت فيه لاعبا أو هازلا لأنه لو قبل ذلک منه لتعطلت الأحكام “ترجمہ: اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مذاق میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر عاقل بالغ آدمی کی زبان پر صریح طلاق کے الفاظ جاری ہوں، تو بعد میں اس کا یہ کہنا اسے نفع نہیں دے گا کہ میں نے یہ کھیل کے طور پر یا مذاق کے طور پر کہا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس عذر کو قبول کر لیا جائے، تو پھر احکام معطل ہو کر رہ جائیں گے۔

(شرح السنة، باب الطلاق على الهزل، جلد9، صفحہ220، مطبوعہ بیروت)

نوٹ! یہ بات یاد رہے کہ طلاق کے مسئلہ میں علمائے کرام کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی شرعی طریقہ سے میاں بیوی کا گھر بچ جائے، لیکن جب بچت کی کوئی صورت نہ ہو، تو عالم ایسا نہیں کر سکتا کہ بغیر شرعی دلیل کے میاں بیوی کی صلح کروا دے، لہٰذا تین طلاقیں دینے کے بعد علماء سے بدظن نہ ہوا جائے کہ یہ بچت کی کوئی صورت نہیں نکالتے۔ علماء کرام کو کیا ضرورت ہے کسی کا گھر خراب کرنے کی؟ علماء کی ذمہ داری شرعی حکم بیان کرنا ہے نہ کہ کسی کا گھر بچانے کی خاطر اپنی آخرت خراب کرنا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ” من أسوأ الناس منزلة من أذهب آخرته بدنيا غيره “ ترجمہ: لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے، جو غیر کی دنیا کے لیے اپنی آخرت خراب کرے۔

(شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل، جلد5، صفحہ358، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو احمد محمد انس رضا عطاری

01ذو الحجہ 1438ھ/24 اگست 2017ء

الجواب صحیح

محمد ہاشم خان عطاری مدنی

تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں

ریفرنس نمبر: Gul 2332 تاریخ: 15-10-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ تین طلاقیں جب بھی دی جائیں تین ہی ہوتی ہیں، چاہے ایک مجلس میں ہوں یا الگ الگ مجلس میں۔ مگر کچھ لوگوں نے یہ دو احادیث ہمیں بتائی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہے ،اس کے بارے میں شرعی رہنمائی فرمائیں کہ ان احادیث کا کیا جواب ہے ؟

پہلی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دی تھیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو ایک شمار کیا اور ان کی زوجہ کو لوٹا دیا تھا، اور زوجہ دوبارہ ان کے پاس چلی گئی تھیں۔

دوسری حدیث مسلم شریف کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کے پہلے دو سال تک تین طلاقیں ایک ہوتی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قرآن وحدیث ،ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ ،امام مالک ،امام شافعی ،امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین اور اجماع اہلسنت سے یہ ثابت ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں چاہے ایک مجلس میں دی جائیں یا الگ الگ دی جائیں، اس کے دلائل پر دارالافتاء اہلسنت کا الگ سے تفصیلی فتویٰ موجود ہے۔ یہاں ہم صرف سوال میں مذکور دونوں احادیث کے جواب لکھیں گے۔

پہلی حدیث کے جوابات:

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طلاق دینے والی جو احادیث ہیں، ان میں اصح احادیث وہ ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے طلاق بتہ دی تھی ، تین طلاقیں نہیں دی تھیں، طلاق بتہ میں ایک طلاق کا بھی احتمال ہے اور تین طلاقوں کا بھی احتمال ہے ،احادیث کے مطابق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے ایک طلاق دی ہے یا تین، تو

انہوں نے عرض کی کہ میں نے ایک طلاق ہی کی نیت کی تھی، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طلاق شمار فرمائی تھی، مگر بعض راویوں نے تین طلاق والے احتمال کو لے کر معنوی طور پر یہ روایت کر دی کہ انہوں نے تین طلاقیں دی تھیں، حالانکہ معاملہ حقیقت میں ایسا نہیں تھا، نیز حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے میں جو تین طلاق کی روایت ہے، اس کے راوی مجہول ہیں، اس روایت سے استدلال ہو ہی نہیں سکتا۔

سنن ابی داؤد میں ہے: "عن عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جده: انه طلق امرأته البتّة، فأتی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وآله وسلم، فقال: ما أردت؟ قال: واحدة، قال آلله؟ قال: آلله، قال: هو علی ما أردت" ترجمہ: عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتّہ دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری کتنی طلاق دینے کی نیت تھی؟ عرض کی: ایک طلاق کی نیت تھی، فرمایا: کیا تم اللہ کی قسم اٹھاتے ہو؟ عرض کی: جی ہاں اللہ کی قسم ہے۔ فرمایا: پھر اتنی ہی طلاقیں ہیں جتنی کی تمہاری نیت تھی۔

(سنن ابی داؤد، جلد1، صفحہ318، مطبوعہ لاہور)

جس حدیث میں طلاق بتّہ کے الفاظ ہیں، وہ حدیث اصح ہے، اس حدیث سے جس میں تین طلاق کے الفاظ ہیں۔ چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "قال ابو داؤد: وهذا اصح من حدیث ابن جریج: ان رکانة طلق امراته ثلاثا، لانهم اهل بیته وهم اعلم به" یعنی امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث اصح ہے اس حدیث سے جو ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں دی تھیں۔ اصح کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہی روایت ہے اور اہل وعیال اپنے گھر کے واقعے کو زیادہ بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد، جلد1، صفحہ318، مطبوعہ لاہور)

معالم السنن شرح سنن ابی داؤد میں علامہ محدث ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں جس میں حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین طلاق دینے کا ذکر ہے۔ "قال الشیخ: فی اسناد هذا الحدیث مقال لان ابن جریج انما رواه عن بعض بنی ابی رافع والمجهول لا یقوم به الحجة، وقد روی ابو داؤد هذا الحدیث باسناد اجود منه ان رکانة طلق امراته البتة۔۔۔۔۔ قال الشیخ: قد یحتمل ان یکون حدیث ابن جریج انما رواه الراوی علی المعنی دون اللفظ، وذلک ان الناس قد اختلفوا فی البتة، فقال بعضهم هی ثلاثة، وقال بعضهم هی واحدة، وکأن الراوی له ممن یذهب مذهب الثلاث، فحکی انه قال: انی طلقتها ثلاثا، یرید البتة التی حکمها عنده حکم الثلاث، والله اعلم" ترجمہ: شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث کی اسناد میں کلام ہے، کیونکہ ابن جریج

رحمہ اللہ نے اسے بنی ابی رافع کے بعض لوگوں سے روایت کیا، (اور وہ بعض لوگ مجہول ہیں) اور مجہول سے دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسی حدیث کو بہترین اسناد کے ساتھ ان الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ کو طلاق بتہ دی تھی۔۔۔۔۔۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا اس بات کا احتمال ہے کہ ابن جریج رحمہ اللہ سے جو حدیث روایت ہے وہ الفاظ میں روایت نہ ہو بلکہ معنی کے اعتبار سے روایت کی گئی ہو، کیونکہ طلاق بتّہ میں لوگوں کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک یہ تین طلاقیں ہیں اور بعض کے نزدیک یہ ایک طلاق ہے، جس راوی نے اس کو تین طلاق کے الفاظ سے روایت کیا اس کا موقف گویا کہ وہی تھا کہ جو طلاق بتّہ کو تین طلاقیں شمار کرتے تھے، تو اس نے الفاظ تین طلاق کے روایت کیے، مگر اس کی مراد وہی طلاق بتّہ تھی جس کا حکم اس کے نزدیک تین طلاقوں والا تھا۔

(معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، جلد2، صفحہ448، مطبوعہ بیروت)

امام محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "أما الرواية التی رواها المخالفون ان ركانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة، فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين، وانما الصحيح منها ما قدمناه انه طلقها البتة، ولفظ البتة محتمل للواحدة وللثلاث، ولعل صاحب هذه الرواية الضعيفة اعتقد ان لفظ البتة يقتضی الثلاث فرواه بالمعنى الذی فهمه وغلط فی ذلک" ترجمہ: وہ روایت جو مخالفین نے ذکر کی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں دی تھیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک شمار کیا، یہ ضعیف روایت ہے، مجہول لوگوں سے روایت ہے۔ اس میں صحیح روایت وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی کہ انہوں نے طلاق بتّہ دی تھی اور بتّہ کا لفظ ایک طلاق کا احتمال بھی رکھتا ہے اور تین کا بھی احتمال رکھتا ہے، جس راوی نے تین طلاق کا لفظ ذکر کیا اس کے گمان کے مطابق لفظ بتّہ تین کا تقاضا کرتا تھا، اس لیے اس نے معنوی طور پر تین طلاق کا ذکر کر دیا جو کہ غلط ہے۔

(شرح صحیح مسلم، جلد10، صفحہ64، مطبوعہ قاھرہ)

وقار الفتاوی میں ہے: "صحیح یہی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں، بلکہ طلاق بتہ دی تھی، راوی نے اپنی روایت میں بتہ کے معنی تین سمجھ کر ثلاث کا لفظ بڑھا دیا، کیونکہ بتہ کا لفظ ایک اور تین دونوں کا تھا، لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ سے پوچھا، تو انہوں نے عرض کیا کہ میری نیت ایک کی ہے، جیسا کہ اوپر صحیح روایت میں نقل کیا گیا۔" (وقار الفتاوی، جلد3، صفحہ170، مطبوعہ کراچی)

دوسری حدیث کے جوابات:

محدثین وفقہاء نے اس حدیث پاک کے بارے میں فرمایا کہ اول زمانہ میں جب طلاق دی جاتی تھی، تو الفاظ اگرچہ تین مرتبہ طلاق کے بولے جاتے تھے، مگر پہلی مرتبہ طلاق کے الفاظ طلاق کے لیے ہوتے تھے اور دوسری اور تیسری مرتبہ کے

الفاظ طلاق کے لیے نہیں، بلکہ تاکید کے طور پر بولے جاتے تھے، اس لیے ایک طلاق شمار ہوتی تھی، کیونکہ طلاق دی ہی ایک جاتی تھی، پھر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں نے تین مرتبہ طلاق کے الفاظ تین طلاقوں کے لیے ہی بولنا شروع کر دیا، تو انہوں نے تین طلاقیں ہی شمار کیں۔ نیز "تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں" کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا کہ اب جو نتیجہ لوگ تین طلاقوں سے حاصل کرتے ہیں (کہ نکاح ختم ہو جائے)، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں وہی نتیجہ ایک طلاق سے حاصل کیا جاتا تھا۔

شیخ الاسلام، امام، محدث محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اما حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فاختلف العلماء فی جوابه وتاویله، فالاصح ان معناه، انه کان فی اول الامر اذا قال لها انت طالق انت طالق انت طالق لم ینو تاکیدا ولا استئنافا یحکم بوقوع طلقة لقلة ارادتهم الاستئناف بذلک، فحمل علی الغالب الذی هو ارادة التاکید، فلما کان فی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه وکثر استعمال الناس بهذه الصیغة وغلب منهم ارادة الاستئناف بها حملت عند الاطلاق علی الثلاث عملا بالغالب السابق الی الفهم منها فی ذلک العصر" ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں علماء نے مختلف جوابات ارشاد فرمائے، صحیح یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اول زمانہ میں جب شوہر، زوجہ سے کہتا کہ تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، جس میں وہ تاکید یا نئی طلاق کے واقع ہونے کی نیت نہ بھی کرتا، تب بھی ایک طلاق واقع ہوتی، کیونکہ دوسرے اور تیسرے الفاظ سے نئی طلاق دینے کی نیت کم ہی ہوتی تھی، غالب طور پر تاکید کا ارادہ ہوتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے کثرت سے طلاق کے صیغے بولنا شروع کر دیئے اور ان سے غالب طور پر نئی طلاق ہی کا ارادہ ہوتا تھا، تو پھر ان تین صیغوں کو تین طلاقیں ہی شمار کیا جانے لگا، کیونکہ اس زمانے میں غالب طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ تین صیغوں سے تین الگ الگ طلاقیں دی گئی ہیں۔ **(شرح صحیح مسلم، جلد 10، صفحہ 64، مطبوعہ قاھرہ)**

فتح القدیر جلد 3، صفحہ 453، مطبوعہ کوئٹہ اور تبیین الحقائق میں ہے: "واللفظ للتبیین: والجواب عن الحدیث الاول من وجهین: احدهما انه انکار علی من یخرج عن سنة الطلاق بایقاع الثلاث واخبار عن تساهل الناس فی مخالفة السنة فی الزمان المتاخر عن العصرین کانه قال: الطلاق الموقع الآن ثلاثا کان فی ذینک العصرین واحدة کما یقال کان الشجاع الآن جبانا فی عصر الصحابة اجمعین۔ والثانی ان قول الزوج انت طالق انت طالق انت طالق، کانت طلقة واحدة فی العصرین لقصدهم التاکید والاخبار، وصار الناس بعدهم یقصدون به التجدید والانشاء فالزمهم عمر ذلک لعلمه بقصدهم" ترجمہ: پہلی حدیث (یعنی ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث) کا جواب دو طریقے سے دیا گیا ہے، ایک جواب یہ ہے کہ یہاں اس شخص کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جو طلاق کے سنت طریقے کو چھوڑ کر تینوں طلاقیں ایک ساتھ واقع کرتا ہے، اور خبر دی گئی ہے کہ پہلے دو زمانوں کے بعد لوگ سنت کی مخالفت کرتے ہوئے تساہل میں مبتلا ہو گئے تھے تو ان کے لیے کہا گیا کہ آج جو تین طلاقیں دی جاتی ہیں، پہلے دو زمانوں میں یہ ایک طلاق دی جاتی تھی۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ جو شخص آج بہادر سمجھا جاتا ہے وہ صحابہ کے زمانہ میں بزدل سمجھا جاتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلے دو زمانے میں جب شوہر تین مرتبہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، کہتا تھا تو وہ ایک طلاق ہی دیتا تھا کیونکہ باقی دو مرتبہ طلاق کے الفاظ سے وہ تاکید اور خبر کا ارادہ کرتا تھا، بعد میں لوگ تینوں الفاظ سے الگ الگ طلاق دینے کا قصد کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ارادے کو جانتے ہوئے تین لازم کر دیں۔

(تبیین الحقائق، جلد3، صفحہ26، مطبوعہ کراچی)

یاد رہے کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان عرف وعادت کا اختلاف صرف اسی طلاق کے مسئلے میں نہیں تھا، بلکہ احادیث سے دیگر مسائل میں بھی ان زمانوں میں عرف وعادت کا اختلاف ثابت ہے، جیسا کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتیں مسجد میں آکر نماز پڑھتی تھیں، بلکہ احادیث میں فرمایا گیا کہ انہیں مسجد میں آنے سے منع نہ کرو، مگر جب عادتیں بدل گئیں، لوگوں میں فساد کی ابتدا ہوئی، تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی تائید فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اگر اس زمانے میں ہوتے، تو وہ بھی منع فرما دیتے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے: ”عن عمرة عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها، قالت: لو أدرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل قلت لعمرة: أو منعن؟ قالت: نعم“ ترجمہ: حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زمانے کو پاتے جس میں عورتوں نے فساد پیدا کر لیے ہیں، تو انہیں مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا، راوی کہتے ہیں میں نے حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔

(الصحیح لبخاری، جلد1، صفحہ190، مطبوعہ لاہور)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ عبد الرحمن بن احمد بن رجب بغدادی حنبلی رحمہ اللہ اپنی کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں: ”تشیر عائشة رضی اللہ عنها الی ان النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم کان یرخص فی بعض ما

یرخص فیہ حیث لم یکن فی زمنہ فساد، ثم یطرء الفساد ویحدث بعدہ، فلو أدرک ما حدث بعدہ لما استمر علی الرخصۃ، بل نھی عنہ، فانہ انما یأمر بالصلاح وینھی عن الفساد" ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرف اشارہ فرمارہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بعض چیزوں میں اس لیے رخصت عطا فرماتے تھے کہ ان کے زمانے میں فساد نہیں تھا، پھر فساد طاری ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے بعد پیدا ہوا، تو اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اس فساد کے زمانے کو پاتے، تو رخصت برقرار نہ رکھتے، بلکہ اس سے منع فرما دیتے کیونکہ آپ اصلاح والا حکم ارشاد فرماتے اور فساد سے منع فرماتے تھے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی، جلد5، صفحہ308، مطبوعہ ریاض)

محیط برہانی میں ہے:"عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: انہ نھی النساء عن الخروج الی المساجد، فشکون الی عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا، فقالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا: لو علم النبی علیہ السلام ما علم عمر ما أذن لکم فی الخروج" ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا، تو عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جو عمر جانتے ہیں اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دیکھتے، تو تمہیں مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دیتے۔

(محیط برھانی، جلد2، صفحہ102، مطبوعہ بیروت)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

08ربیع الاول 1443ھ/15اکتوبر 2021ء

الجواب صحیح

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

بیوی کو حیض کی حالت میں 3 طلاق دینا

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری عطاری

فتوی نمبر: Web-932

تاریخ اجراء:07ذوالقعدۃ الحرام1444ھ/27مئی2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت حیض کی حالت میں ہو اور اس کا شوہر اسے تین طلاقیں دے، تو کیا طلاق ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مدخولہ بیوی کو حیض میں طلاق دینا حرام ہے اگرچہ اس حالت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک ساتھ تین طلاقیں دینا بھی جائز نہیں، اور اگر دیں تو تینوں طلاقیں ہو جائیں گی اور شوہر گناہگار ہو گا۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ”حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکمِ الٰہی فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (ترجمہ کنزالایمان: تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو) مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور یہ گناہگار۔“ (فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ 332، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

درمختار میں ہے: ”(والبدعی ثلاث متفرقۃ) اوثنتان بمرۃ او مرتین فی طھر واحد (لا رجعۃ فیہ او واحدۃ فی طھر وطئت فیہ او) واحدۃ فی (حیض موطوءۃ)“ یعنی طلاقِ بدعت یہ ہے کہ ایک ایسے طہر میں تین متفرق طلاقیں یا دو طلاقیں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ میں دے جس میں رجعت نہ کی ہو یا ایک طلاق ایسے طہر میں دے جس میں وطی کرلی گئی ہو یا مدخولہ کو حیض میں ایک طلاق دے۔ (درمختار، جلد4، صفحہ 423-424، مطبوعہ: کوئٹہ)

بیوی کو حیض میں طلاق دینے سے شوہر گناہگار ہو گا اور طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے: ”واذا طلق الرجل امرأتہ فی حالۃ الحیض وقع الطلاق “یعنی جب مرد نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو گئی۔“

اس کے تحت بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:"ویأثم باجماع الفقهاء"اور (حیض کی حالت میں طلاق دینے والا) باجماعِ فقہاء گناہگار ہوگا۔"(البنایة فی شرح الهدایة، جلد5، صفحہ17، کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"ایک بار تین طلاق دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ بلکہ اجماعِ مذاہبِ اربعہ تین طلاقیں مغلظہ ہو جاتی ہیں۔امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمہ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلاً مخالف نہیں۔۔۔۔۔ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے، زید گناہگار ہوا اور عورت اس کے نکاح سے ایسی خارج ہوئی کہ اب بے حلالہ ہرگز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، اگر یُونہی رجوع کرلی، بلا حلالہ نکاحِ جدید باہم کرلیا تو دونوں مبتلائے حرامکاری ہوں گے اور عمر بھر حرام کاری کریں گے۔"(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ410، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

تنبیہ: عورت کو حیض میں طلاق دی گئی ہو تو طلاق والا حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا بلکہ وہ حیض ختم ہو کر ایک طُہر گزرنے کے بعد پورے تین حیض ختم ہونے پر عدت پوری ہوگی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:"اذا طلق امرأته فی حالة الحیض کان علیها الاعتداد بثلاث حیض کوامل ولا تحتسب هذه الحیضة من العدة کذا فی الظهیریة۔"یعنی اگر شوہر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو اس پر تین کامل حیض عدت گزارنا ضروری ہے اور اس (طلاق والے) حیض کو عدت میں شمار نہیں کیا جائے گا اسی طرح ظہیریہ میں ہے۔"(الفتاوی الهندیة، جلد1، صفحہ527، کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا مذاق میں بھی ظہار ہو جاتا ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13244

تاریخ اجراء: 08 رجب المرجب 1445ھ / 20 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مذاق میں بھی ظہار ہو جاتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! مذاق مسخری کی حالت میں بھی ظہار واقع ہو جاتا ہے اور مرد پر ظہار کا کفارہ لازم ہوتا ہے کہ ظہار درست واقع ہونے کے لیے رضامندی اور سنجیدگی کا پایا جانا کوئی شرط نہیں۔

یاد رہے کہ ظہار سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو یا اُس کے کسی ایسے جزء کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو، کسی ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اُس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ ظہار کا حکم یہ ہے کہ مرد جب تک ظہار کا کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اپنی اُس عورت سے جماع کرنا، یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا، یا اُس کو چھونا، یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

مذاق میں بھی ظہار واقع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: ”وکونہ جادا لیس بشرط لصحۃ الظھار حتی یصح ظھار الھازل۔“ یعنی ظہار درست ہونے کے لیے سنجیدگی شرط نہیں ہے، لہذا مذاق کرنے والے شخص کا ظہار بھی درست واقع ہو گا۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، ج 01، ص 508، مطبوعہ پشاور)

بہار شریعت میں ہے: ”**ہنسی مذاق میں** یا نشہ میں یا مجبور کیا گیا اس حالت میں یا زبان سے غلطی میں **ظہار کا لفظ نکل گیا تو ظہار ہے۔**“ (بہارِ شریعت، ج 02، ص 206، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ظہار کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ ابو بکر بن مسعود بن احمد کاسانی علیہ الرحمہ بدائع الصنائع میں نقل فرماتے ہیں:

”وأما حکم الظھار فللظھار أحکام: منھا حرمۃ الوطء قبل التکفیر۔۔۔۔ ومنھا حرمۃ الاستمتاع بھا

من المباشرة والتقبيل واللمس عن شهوة والنظر إلى فرجها عن شهوة قبل أن يكفر؛ لقوله عز وجل {مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا} وأخف ما يقع عليه اسم المس هو اللمس باليد إذ هو حقيقة لهما جميعا أعني الجماع واللمس باليد لوجود معنى المس باليد فيهما؛ ولأن الاستمتاع داع إلى الجماع فإذا حرم الجماع حرم الداعي إليه إذ لو لم يحرم لأدى إلى التناقض۔" ترجمہ: "ظہار کے چند احکام ہیں انہی احکام میں سے ایک حکم مرد کا ظہار کا کفارہ ادا کرنے سے قبل اپنی عورت سے وطی کا حرام ہونا ہے۔۔۔ یونہی کفارے سے پہلے عورت سے استمتاع کا حرام ہونا بھی ہے یعنی مباشرت، شہوت کے ساتھ بیوی کا بوسہ لینا یا اُسے چھونا، یونہی شہوت کے ساتھ اُس کی فرج کی طرف نظر کرنا بھی حرام ہے اس ارشادِ باری تعالیٰ کی وجہ سے {مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا یعنی قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں} اور مس کا جو سب سے ہلکا اطلاق ہوتا ہے وہ ہاتھ سے چھونا ہے کیونکہ یہ درحقیقت ان دونوں کو شامل ہے میری اس سے مراد جماع اور ہاتھ سے چھونا ہے کیونکہ ان دونوں ہی میں ہاتھ سے چھونا پایا جاتا ہے۔ واضح ہوا کہ استمتاع جماع کی طرف بلانے والا ہے، لہٰذا جب جماع حرام ہے تو جماع کی طرف بلانے والے امور بھی حرام ہوں گے کہ اگر یہ دواعی جماع حرام نہ ہوں تو یہ بات تناقض کی طرف لے جانے والی ہو گی۔" (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الظهار، ج 03، ص 234، دار الكتب العلمية، بيروت، ملتقطاً)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ظہار سے متعلق نقل فرماتے ہیں: "ظہار کے یہ معنے ہیں کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جزوِ شائع یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اسکے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔۔۔۔ ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا اُس کو چھونا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں۔" (بہارِ شریعت، ج 02، ص 205-208، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

نوٹ: ظہار سے متعلق مزید مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب "بہارِ شریعت، جلد 02، صفحہ 205 تا 217" سے "ظہار کا بیان" پڑھنا بے حد مفید رہے گا۔ اس کتاب کو دعوت اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net سے ڈاؤن لوڈ بھی کر سکتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا میاں بیوی کے کچھ عرصہ دور رہنے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2266

تاریخ اجراء: 29 جمادی الاولیٰ 1445 ھ / 14 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میری بیوی مجھ سے چند سال سے دور ہے، میں واپسی چاہتا ہوں، لیکن وہ نہیں مانتی، یہ مسئلہ میں نے پنچائت میں دائر کروایا، تو پنچائت کے بڑے کہتے ہیں کہ تین ماہ میاں بیوی نہ ملیں، تو طلاق ہو جاتی ہے۔ آپ پہلے اس کا فتوی کہیں سے حاصل کرو، پھر ہم آگے فیصلہ کریں گے۔ برائے کرم اس حوالے سے رہنمائی فرمادیں کہ یوں کچھ عرصہ دور رہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب شوہر نے زبانی یا تحریری کوئی طلاق نہیں دی تو میاں بیوی کا نکاح قائم ہے اور لوگوں کا یہ کہنا کہ میاں بیوی اتنا عرصہ دور رہیں تو طلاق خود بخود ہو جاتی ہے یہ غلط ہے کیونکہ میاں بیوی میں جدائی خواہ کتنی ہی لمبی اور کتنے ہی سالوں پر محیط کیوں نہ ہو اس کا نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا، نکاح جوں کا توں قائم رہتا ہے جب تک شوہر طلاق یا خلع نہ دے یا فسخ نکاح کی قابل قبول کوئی صورت نہ پائی جائے اس وقت تک نکاح قائم رہتا ہے خود بخود ختم نہیں ہوتا۔

لہٰذا بعض افراد کا یہ کہنا کہ میاں بیوی کی طویل جدائی سے طلاق ہو جاتی ہے غلط ہے اور عوام الناس پر لازم ہے کہ مسائل شرعیہ خود سے بیان کرنے کی جرات نہ کریں کیونکہ جس کو علم نہ ہو اس کا مسئلہ شرعی کو بیان کرنا حرام و گناہ ہے لہٰذا مسائل شرعیہ کے لئے مفتیان کرام سے رابطہ کریں اپنے خیال اور گمان کے مطابق مسائل شرعیہ بیان کر کے نہ خود گناہ گار ہوں اور نہ لوگوں کو تشویش میں ڈالیں۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان البرکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی خلیلیہ میں فرماتے ہیں: ”کسی مجبوری وضروت کے ماتحت یا بلا ضرورت عورت سے دور رہا تو محض اس دوری سے نکاح نہیں ٹوٹتا“ (مزید اسی میں ہے)

”عورت کے گھر بیٹھ جانے سے نہ تو نکاح ختم ہوتا ہے اور نہ طلاق پڑتی ہے، نکاح ومہر بدستور قائم رہتا ہے اور جب نکاح باقی ہے تو اس صورت میں عورت کہیں اور نکاح نہیں کر سکتی۔“(فتاوی خلیلیہ،ج3،ص173،155،مطبوعہ:ضیاء القرآن)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا طلاق واقع ہونے کے لیے بیوی کا شوہر کے سامنے موجود ہونا ضروری ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13009

تاریخ اجراء: 08 ربیع الاول 1445ھ/26 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو دو الگ الگ مواقع پر گواہوں کی موجودگی میں ایک طلاق دے، لیکن دونوں ہی مرتبہ طلاق دیتے وقت اُس کی بیوی اس شخص کے سامنے موجود نہ ہو، تو کیا اس صورت میں بھی طلاق ہو جائے گی؟ کیا طلاق واقع ہونے کے لیے عورت کا شوہر کے سامنے موجود ہونا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یہ ایک عوامی غلط فہمی ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ طلاق واقع ہونے کے لیے بیوی کا سامنے موجود ہونا یا طلاق کے الفاظ سننا ضروری ہے جبکہ شرعاً ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ شریعت نے طلاق کا اختیار شوہر کو دیا ہے اور شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے کے معاملے میں منفرد و مستقل ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے لئے طلاق کے الفاظ اتنی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل ہوں، تو بلاشبہ طلاق واقع ہو جائے گی خواہ بیوی وہاں موجود نہ ہو یا بیوی نے طلاق کے الفاظ نہ سنے ہوں یا بیوی کو شوہر کے طلاق دینے کا علم نہ ہو۔ یہ بھی یاد رہے کہ زبان سے طلاق دینے کے ساتھ ساتھ تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ اس کی تمام تر شرائط پائی جائیں۔

شوہر نے طلاق کے الفاظ اتنی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل ہوں تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(و) ادنی (الجھر اسماع غیرہ و) ادنی (المخافتۃ اسماع نفسہ۔۔۔ **ویجری ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطق،** کتسمیۃ علی ذبیحۃ و وجوب سجدۃ تلاوۃ، وعتاق و<u>طلاق</u> واستثناء) وغیرھا" یعنی کم از کم جہر یہ ہے کہ دوسرا سُنے اور کم از کم خفاء یہ ہے کہ خود سُن

سکے۔ یہ ضابطہ ہر ایسے مقام کے لئے ہے جس کا تعلق نطق سے ہو، جیسے ذبیحہ پر بسم اللہ، سجدہ تلاوت واجب ہونے، غلام کو آزاد کرنے، طلاق دینے، اور کلام میں کوئی استثناء کرنے وغیرہ میں۔(الدر المختار مع الرد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 535، مطبوعہ کوئٹہ، بیروت)

طلاق کے لیے عورت کا شوہر کے سامنے موجود ہونا یا طلاق کے الفاظ سننا کوئی ضروری نہیں۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "ایک شخص اپنی عورت کے نان نفقہ سے بے خبر تھا کہ عورت کے وارثوں میں سے کسی نے آن کر اس سے کہا کہ اگر نان نفقہ نہیں دے سکتا تو طلاق دے دے۔ چنانچہ **اسی وقت اس آدمی کے رُوبرو طلاق دے دی تو یہ طلاق ہوئی یا نہیں کیونکہ عورت وہاں نہ تھی؟**" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**طلاق ہوگئی، طلاق کے لئے عورت کا وہاں حاضر ہونا کچھ شرط نہیں** فان ازالۃ لاعقد کما لایخفی (کیونکہ یہ ازلہ نکاح ہے نکاح نہیں ہے کہ عورت کی حاضری ضروری ہوتی جیسا کہ مخفی نہیں) واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوٰی رضویہ، ج 12، ص 362، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک فتوی کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "**طلاق کے لئے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سُننا ضرور نہیں** جبکہ شوہر اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی عند اللہ طلاق ہوگئی، عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ جانے، ہاں اگر صرف دل میں طلاق دے لی تو بالاجماع نہ ہوگی، یا زبان سے لفظ تو کہے مگر ایسے کہ زبان کو صرف جنبش ہوئی، آواز اپنے کان تک آنے کے بھی قابل نہ تھی تو مذہب اصح میں یُوں بھی نہ ہوگی۔" (فتاوٰی رضویہ، ج 12، ص 363-362، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "طلاق میں شوہر مستقل ہے، عورت کی موجودگی یا علم ضرور نہیں" (بہارِ شریعت، ج 02، ص 790، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوٰی خلیلیہ میں ہے: "**طلاق میں عورت کی جانب سے کوئی شرط نہیں**۔ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، **موجود ہو یا غیر موجود، اسے معلوم ہو یا نہ معلوم ہو بہر حال طلاق واقع ہوجائے گی۔**" (فتاوٰی خلیلیہ، ج 02، ص 256، ضیاء القرآن پبلیکشنز، کراچی)

مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "**طلاق کے لیے لڑکی کا وہاں موجود رہنا یا طلاق کے الفاظ سننا یا رضامند ہونا ضروری نہیں ہے** طلاق کے معاملہ میں شوہر مستقل ہے۔ قرآن عظیم میں

ہے:﴿بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ ط﴾ اس سے موجودہ صورت میں طلاق واقع ہوگئی۔" (فتاوٰی بحرالعلوم، ج03، ص298، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حاملہ عورت کو طلاق دینا کیسا ہے؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1726

تاریخ اجراء: 23ذوالقعدۃالحرام1444ھ/12جون2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حاملہ کو طلاق دینا گناہ ہے، کیا حاملہ کو طلاق دے سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کے جو احکام غیر حاملہ کے متعلق ہیں، وہی حاملہ کے متعلق ہیں یعنی جس صورت میں غیر حاملہ کو طلاق دینا منع ہے، اس صورت میں حاملہ کو بھی دینا منع ہے اور جس صورت میں غیر حاملہ کو طلاق دینا منع نہیں، اس صورت میں حاملہ کو بھی دینا منع نہیں۔ اور اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ: "اگر طلاق کی حاجت ہو تو طلاق دینا مباح (جائز) ہے ورنہ ممنوع ہے۔"

البتہ! یہ یاد رہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

قرآن مجید میں حاملہ عورتوں کی عدت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔ (پارہ28، سورۃ الطلاق، آیت4)

المحیط البرہانی میں ہے "إن كانت ممن لا تحيض لصغر أو كبر طلقها متى شاء واحدة، وإن كان عقيب الجماع وكذلك الحامل" ترجمہ: اگر عورت کو کم سنی یا بڑھاپے کی بناء پر حیض نہ آتا ہو تو اُسے جب چاہے ایک طلاق دے خواہ صحبت کے بعد ہی سہی، یوں ہی حاملہ عورت کو بھی طلاق دینا جائز ہے۔ (المحیط البرہانی، کتاب الطلاق، الفصل فی بیان أنواع الطلاق، ج3، ص200، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سوال ہوا کہ: "حمل کی حالت میں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟"

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: "جائز و حلال ہے اگرچہ ایام حمل میں بلکہ آج ہی بلکہ ابھی اس سے جماع کر چکا ہو" مزید ایک مقام پر فرمایا: "عورت کو حمل ہونا مانعِ وقوع طلاق نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج12، ص374، 375، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے (فارسی کا ترجمہ) "تیسرا قول یہ ہے کہ: اگر طلاق کی حاجت ہے تو مباح ہے ورنہ ممنوع ہے، یہی قول صحیح اور دلائل سے موید ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص321-322، رضافاونڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر طلاق دے لیکن بیوی کو طلاق کا علم نہ ہو تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12549

تاریخ اجراء: 25ربیع الثانی1444ھ/21نومبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شوہر اپنی بیوی کی غیر موجودگی میں اسے زبانی طور پر طلاق دے اور بیوی کو معلوم نہ ہو، تو طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شریعت نے طلاق کا اختیار شوہر کو دیا ہے اور شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے کے معاملے میں منفرد و مستقل ہے، اس لئے طلاق واقع ہونے کے لئے عورت کا موجود ہونا، اسے طلاق کا علم ہونا یا اس کا طلاق کے الفاظ سننا کچھ ضروری نہیں ۔ لہٰذا جب بھی شوہر اپنی بیوی کے لئے طلاق کے الفاظ اتنی آواز سے کہے جو خود شوہر کے کان تک پہنچنے کے قابل ہوں ، تو طلاق واقع ہو جائے گی خواہ بیوی وہاں موجود نہ ہو یا بیوی نے طلاق کے الفاظ نہ سنے ہوں یا بیوی کو شوہر کے طلاق دینے کا علم نہ ہو۔

قرآنِ پاک میں اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ''اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِؕ ترجمہ کنزالایمان: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (سورہ بقرہ، آیت 237)

جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہی ہے جو نکاح کو ختم کرنے کا مالک ہے۔ اس کے متعلق تفسیر روح المعانی میں ہے: ''وھو الزوج المالک لعقد النکاح وحلہ ''یعنی اور وہ شوہر ہے جو نکاح کا عقد کرنے اور اسے ختم کرنے کا مالک ہے۔ (روح المعانی، جلد1، صفحہ547، مطبوعہ: بیروت)

شمس الائمہ امام ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''وھو الزوج۔۔۔ وظاھر الآیۃ یدل علی ذلک لان الذی بیدہ عقدۃ النکاح من یتصرف بعقد النکاح وھو

الزوج ''یعنی اور وہ شوہر ہے۔۔۔اور آیت کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہو وہی عقدِ نکاح میں تصرف کرتا ہے اور وہ شوہر ہے۔(المبسوط لسرخسی ملتقطاً، جلد6، صفحہ63، مطبوعہ: بیروت)

شوہر طلاق دینے کے معاملے میں منفرد و مستقل ہے اور طلاق کا واقع ہونا عورت کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں۔اس کے متعلق محیط برہانی میں ہے: ''ان الزوج ینفرد بایقاع الطلاق الثلاث ولا یتوقف ذلك علی علم المراۃ''یعنی شوہر تین طلاقیں واقع کرنے میں منفرد ہے اور طلاق کا واقع ہونا عورت کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں۔(المحیط البرھانی، جلد5، صفحہ366، مطبوعہ: کراچی)

علامہ سید محمد ابو السعود مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان الزوج یستقل بالطلاق کاستقلال المولی بالعتاق من غیر ان یکون لھا علم بذلک''یعنی جیسے آقا(اپنے غلام کو)آزاد کرنے میں مستقل ہے ایسے ہی شوہر طلاق کے معاملے میں مستقل ہے بغیر اس کے کہ عورت کو طلاق کا علم ہو۔(فتح اللہ المعین علی شرح ملا مسکین للکنز، جلد2، صفحہ608، مطبوعہ: کراچی)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''طلاق میں شوہر مستقل ہے، عورت کی موجودگی یا علم ضرور نہیں''(بہارِ شریعت، جلد2، حصہ11، صفحہ790، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

شوہر نے جب اتنی آواز سے طلاق کے الفاظ کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے، تو طلاق واقع ہو جائے گی خواہ عورت نے الفاظ نہ سنے ہوں۔اس کے متعلق امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''طلاق کے لئے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سُننا ضرور نہیں، جبکہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظِ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے اگرچہ کسی غل، شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی عنداللہ طلاق ہو گئی''(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ362، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر نہ طلاق دے، نہ ساتھ رکھے، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

ریفرنس نمبر: Aqs 1677 تاریخ: 08-09-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کو ساتھ رکھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے اور اسے طلاق بھی نہیں دے رہا، بس یونہی لٹکا کر رکھا ہوا ہے اور بیوی تقریبا دو سال سے اپنی والدہ کے گھر ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں حکم شریعت کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا اور عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا اور جس طرح عورتوں پر مردوں کے لیے حقوق مقرر کیے، اسی طرح مردوں پر بھی عورتوں کے لیے حقوق مقرر کیے اور جب کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرتا ہے، تو شریعت کی طرف سے اس پر بیوی کے لیے نان نفقہ اور رہائش وغیرہ دیگر حقوق لازم ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے: ﴿وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: ”اور عورتوں کے لیے بھی شریعت کے مطابق مردوں پر ایسے ہی حق ہے، جیسا عورتوں پر ہے۔“ (پارہ 2، سورۃ البقرۃ، آیت 228)

نیز بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے متعلق قرآن پاک میں ہے: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: ”اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں، تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔“ (پارہ 4، سورۃ النساء، آیت 19)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعلق مردوں کو ارشاد فرمایا: ”اتقوا اللہ فی النساء“ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، جلد 6، صفحہ 399، مطبوعہ ملتان)

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ جیسے مرد کو عورت کے حقوق ادا کرنے کا حکم ہے، اسی طرح عورت پر بھی فرض و لازم ہے کہ وہ شوہر کے لازمی حقوق ادا کرے، بلکہ عورت پر شوہر کے حقوق زیادہ ہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ثلثۃ لا تجاوز صلوتھم اذانھم

العبدالآبق حتی یرجع وامرأۃ باتت وزوجھاعلیھاساخط وامام قوم وھم لہ کارھون‘‘ ترجمہ: تین شخصوں کی نمازاُن کے کانوں سے اُوپر نہیں اُٹھتی: آقا سے بھاگا ہوا غلام، جب تک پلٹ کر نہ آئے اور وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ قوم (اس کے عیب کے باعث) اس کی امامت پر راضی نہ ہو۔‘‘ (جامع ترمذی، باب ماجاء من ام قوما۔۔، جلد1، صفحہ191، مطبوعہ لاہور)

جو عورت شوہر کی فرمانبرداری کرتی ہے، اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ حدیث پاک میں ہے: ’’قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ایماامرأۃ ماتت وزوجھاعنھاراض دخلت الجنۃ‘‘ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اس حال میں مری کہ شوہر اس سے راضی تھا، وہ جنت میں داخل ہو گی۔

(جامع ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ، جلد1، صفحہ349، مطبوعہ لاہور)

لیکن اس تمام تر تفصیل کے بعد عرض ہے کہ اگر میاں بیوی میں دوری اور اختلاف پیدا ہو جائے، تو دونوں طرف سے سمجھدار لوگوں کو چاہیے کہ معاملے کو حل کریں، لیکن اگر کسی طور پر بھی معاملہ سیدھا نہ ہو، تو بہر حال شوہر کے لیے یہ اجازت نہیں کہ وہ بیوی کو لٹکا کر رکھے، نہ اپنے پاس بلائے اور نہ ہی نکاح سے فارغ کرے۔

یاد رکھیں کہ شریعت مطہرہ نے بالکل واضح فرمایا ہے کہ بیویوں کے ساتھ زندگی گزاریں تو احسن طریقے سے گزاریں اور اگر کسی طرح ساتھ رہنے پر اتفاق نہ ہو سکے اور دونوں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں، تو پھر شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ طلاق کے ذریعے جدائی اختیار کر لیں، لیکن بیوی کو نہ تو صحیح طریقے سے ساتھ رکھنا اور نہ ہی اسے طلاق دینا، بلکہ لٹکائے رکھنا یہ ہرگز جائز نہیں۔

قرآن پاک کا حکم ہے ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ’’یہ طلاق دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔‘‘ (پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت229)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ’’جب نکاح باقی ہے، تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اسے طلاق دے دے یا اس کے نان نفقہ کی خبر گیری کرے، ورنہ یوں معلق رکھنے میں زید بے شک گنہگار ہے اور صریح حکمِ قرآن کا خلاف کرنے والا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا كَالۡمُعَلَّقَةِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: ’’تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر میں لٹکتی چھوڑ دو۔‘‘

(فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ435، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ رضویہ میں مزید ایک اور مقام پر اس سے متعلق ہے: ’’بالجملہ عورت کو نان و نفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان

دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب، جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو اور اسے معلقہ کر دینا حرام اور بے اس کے اذن و رضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلاعذر صحیح شرعی ناجائز۔"

(فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ446، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بیوی جب ماہواری سے پاک ہو اور ان ایام میں شوہر نے بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو، تو ان ایام میں صرف ایک طلاق رجعی دے (مثلاً ایک دفعہ یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی) اور چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔ ایک طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس طلاق کا حکم یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے عدت کے اندر رجوع کرنا چاہے، تو بغیر نکاح کے رجوع کر سکتا ہے، اگر شوہر رجوع نہیں کرتا اور عورت کی عدت گزر جاتی ہے، تو عدت گزرتے ہی عورت نکاح سے نکل جائے گی اور وہ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ اگر دوبارہ اسی شوہر سے شادی کرنا چاہے، تو نکاح کے ذریعے رجوع ہو سکتا ہے، حلالے کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور شوہر گنہگار بھی ہوتا ہے اور پھر بلا حلالہ شرعیہ کے رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی، لہٰذا طلاق صرف ایک دی جائے جیسا کہ مذکور ہوا۔

کتاب الاختیار لتعلیل المختار میں ہے: "احسنه ان يطلقهاواحدة فی طهرلا جماع فيه ويتر كهاحتى تنقضى عدتهالماروى عن ابراهيم النخعی ان أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم كانوايستحبون ان لايطلقوا للسنة الاواحدة ثم لا يطلقواغيرهاحتى تنقضى عدتها" یعنی طلاقِ احسن یہ ہے کہ شوہر نے جس طہر میں وطی نہ کی ہو، اُس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدت گزر جائے (اس کی علت یہ ہے) حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: صحابہ کرام علیہم الرضوان (طلاق دینے میں) اس کو مستحب جانتے تھے کہ بیوی کو ایک ہی طلاق دی جائے، پھر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔

(کتاب الاختیار لتعلیل المختار، جلد2، حصہ2، صفحہ151، مطبوعہ کراچی)

موجودہ جواب سوال میں بیان کردہ صورت کو سامنے رکھ کر دیا گیا ہے۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری مدنی

08محرم الحرام1441ھ/08ستمبر2019ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

خلع کیا ہوتا ہے؟ خلع کے احکام و مسائل کیا ہیں؟

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1377

تاریخ اجراء: 15 رجب المرجب 1444ھ / 07 فروری 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

خلع کیا ہوتا ہے؟ اس کی کچھ تفصیل ارشاد فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی اصطلاح میں خلع سے مراد یہ ہے کہ شوہر اپنی مرضی سے مہر یا دیگر مال کے عوض، لفظ خلع یا اس کے ہم معنی کسی لفظ کے ساتھ عورت کو نکاح سے جدا کر دے۔ عورت کا قبول کرنا بھی شرط ہے، لیکن شوہر کے دیئے بغیر تنہا عورت نہیں لے سکتی، اسی طرح شوہر کی جگہ کوئی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی کو خلع نہیں دے سکتا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــٴًـا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَاۚ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ترجمہ: تمہیں حلال نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا ہے اُس میں سے کچھ واپس لو، مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھیں گے پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھیں گے تو اُن پر کچھ گناہ نہیں، اِس میں کہ بدلا دیکر عورت چھٹی لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔ (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 229)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿الذی بیدہ عقدۃ النکاح﴾ ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (یعنی شوہر) (سورۃ البقرۃ، پ2، آیت 337)

اس آیت کے تحت تفسیر نور العرفان میں ہے: "معلوم ہوا کہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی گئی ہے، طلاق کا اس کو ہی حق ہے، عورت کو نہیں۔ نہ خلع میں نہ بغیر خلع۔ یعنی خلع میں مرد کی مرضی پر طلاق موقوف ہوگی۔ آج کل عوام

نے جو خلع کے معنی سمجھے ہیں کہ عورت اگر مال دے دے تو بہر حال طلاق ہو جاوے گی خواہ مرد طلاق دے یا نہ دے ، یہ غلط ہے۔" (تفسیر نور العرفان، صفحہ 736، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الطلاق لمن أخذ بالساق" ترجمہ: طلاق تو وہی دے سکتا ہے جس نے جماع کیا۔ (یعنی جو صحبت اور ہمبستری کا حقدار ہے وہی طلاق کا حق رکھتا ہے۔) (سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق العبد، جلد 1، صفحہ 672، دار إحیاء الکتب العربیۃ، الحلبی)

در مختار میں ہے "ھو شرعا ازالۃ ملک النکاح المتوقفۃ علی قبولھا بلفظ الخلع أو ما فی معناہ و حکمہ أن الواقع بہ طلاق بائن" (ملتقطاً) یعنی شرعی رو سے الفاظ خلع یا اس کے ہم معنی الفاظ کے ساتھ عورت کی اجازت پر موقوف کر کے ملک نکاح زائل کرنے کا نام خلع ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ (درمختار معہ ردالمحتار، جلد 5، صفحہ 86-93، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے "خلع شرع میں اسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کر دے تنہا زوجہ کے کئے نہیں ہو سکتا۔" (فتاوی رضویہ، جلد 13، صفحہ 264، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں عورت کا قبول کرنا شرط ہے بغیر اُس کے قبول کیے خلع نہیں ہو سکتا۔" (بہار شریعت، جلد 2، حصہ 8، صفحہ 194، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا بلاوجہ شرعی خلع کا مطالبہ کرنا کیسا؟

مجیب: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ذوالقعدۃ الحرام 1440ھ

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت یا اس کے گھر والے بلاوجہِ شرعی خلع کا مطالبہ کریں تو کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورت یا اس کے گھر والوں کا بلاوجہ شرعی خلع کا مطالبہ کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ حضور نبیِّ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے بلاوجہ خلع کا مطالبہ کرنے والی عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گی۔ اسی طرح ایک حدیث پاک میں ایسی عورت کو منافقہ فرمایا اور جو بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکائے اس کے بارے میں فرمایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "ایما امرأۃ سألت زوجھا طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ" ترجمہ: جو عورت اپنے شوہر سے بغیر کسی عذرِ معقول کے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں "ایما امرأۃ اختلعت من زوجھا من غیر باس لم ترح رائحۃ الجنۃ" ترجمہ: جو عورت اپنے شوہر سے بغیر کسی عذر معقول کے خلع (کا مطالبہ) کرے، تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گی۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: "المختلعات ھن المنافقات" ترجمہ: یعنی (بغیر کسی عذر کے) خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں منافقہ ہیں۔

(ترمذی، ج2، ص402، حدیث:1190، 1192، 1191)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: "لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا" ترجمہ: جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

(ابوداؤد، ج2، ص، حدیث:2175)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "اگر طلاق مانگے گی منافقہ ہوگی۔ جو لوگ عورت کو بھڑکاتے شوہر سے بگاڑ پر ابھارتے ہیں وہ شیطان کے پیارے ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج22، ص217)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ایک استفتا کے جواب میں رقم فرماتے ہیں: ''عورت کا طلاق طلب کرنا اگر بغیر ضرورت شرعیہ ہو تو حرام ہے جب شوہر حقوقِ زوجیت تمام و کمال ادا کرتا ہے تو جو لوگ طلاق پر مجبور کرتے ہیں، وہ گنہ گار ہیں۔''

(فتاویٰ امجدیہ، ج2، ص164)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اسلام میں خلع کا حقیقی Concept کیا ہے؟

ریفرنس نمبر:JTL -0546 تاریخ:19-11-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم شعبہ وکالت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اسلام میں خلع کا حقیقی Concept کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اسلام ایک ایسا کامل اور مکمل دین ہے کہ جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق مکمل رہنمائی موجود ہے اور اسلام کے قوانین انصاف و اعتدال پر مبنی ہیں اور اگر ان قوانین کا مکمل اور صحیح طریقے سے نفاذ کیا جائے، تو معاشرے میں فساد ختم ہوتا ہے اور ان قوانین کی خوبی واضح ہوتی ہے۔

اسلام کے خوبصورت قوانین میں سے ایک قانون خلع بھی ہے۔ جس کا حقیقی تصور یہ ہے کہ میاں اور بیوی میں سے ہر ایک کے کچھ حقوق ایک دوسرے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، لیکن ظاہر ہے بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ حق تلفی کبھی بیوی کی طرف سے ہوتی ہے اور کبھی شوہر کی طرف سے۔ بہر حال اسلام نے حتی الامکان درگزر کرنے اور صلح کی ترغیب دلائی ہے، لیکن اگر معاملہ اس حد تک خراب ہو جائے کہ شرعی احکام و حدود کی پیروی کرتے ہوئے باہم اکٹھے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے، تو پھر شریعت نے اجازت دی ہے کہ لڑائی جھگڑے اور فساد وغیرہ کے بجائے علیحدگی اختیار کرلی جائے۔

علیحدگی اختیار کرنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ شوہر بیوی کو طلاق دے دے۔ (اس صورت کو

خلع نہیں کہا جائے گا۔)

اور دوسری صورت یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو یہ خوف ہو کہ آپس کے شرعی حقوق ادا کرتے ہوئے وہ زندگی نہیں گزار سکتے، اس لیے وہ دونوں علیحدہ ہونے کے لیے باہم یوں معاہدہ / ڈیل (Deal) کرتے ہیں کہ عورت طلاق کے بدلے میں کچھ معاوضہ شوہر کو دیتی ہے اور شوہر معاوضہ لے کر بدلے میں عورت کو طلاق دے دیتا ہے۔ علیحدگی کی اس صورت کو اسلام میں "خلع" کہتے ہیں اور یہ باہم تصفیہ کی ایک صورت ہے۔

اللہ عزوجل سورہ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے: "وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْــًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" ترجمہ کنز الایمان: اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو، مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدوں پر نہ رہیں گے، تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے، تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (القرآن، سورہ بقرہ، آیت 229)

یہ وہ آیت مبارکہ ہے جس میں خلع کا حکم بیان ہوا ہے اور یہ آیت مبارکہ جس موقع پر نازل ہوئی اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثابت بن قیس کے اخلاق و دین کی نسبت مجھے کچھ کلام نہیں (یعنی اُن کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور دیندار بھی ہیں) مگر اسلام میں کفران نعمت کو میں پسند نہیں کرتی (یعنی بوجہ خوبصورت نہ ہونے کے میری طبیعت ان کی طرف مائل نہیں) ارشار فرمایا: "أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟" یعنی اُس کا باغ (جو مہر میں تجھ کو دیا ہے) تو واپس کر دے گی؟ عرض کی: ہاں۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ثابت بن قیس سے فرمایا: "اَقْبَلِ

الحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً "ترجمہ: باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔

(صحیح البخاری، کتاب الطلاق، الحدیث 5273، جلد 7، صفحہ 47، دار طوق النجاۃ)

مذکورہ بالا واقعہ میں ہونے والا خلع اسلام میں سب سے پہلا خلع تھا۔ خلع کے متعلق شریعت کے مزید احکام بھی ہیں اور ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

خلع سے متعلق مزید چند احکام:

(۱) جو کچھ مال بطور فدیہ عورت شوہر کو دے کر اپنی جان چُھڑا لے، تو اس میں زوجین میں سے کسی پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ حکم مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوا۔

(ماخوذ از تفسیر نعیمی، جلد 2، صفحہ 445، نعیمی کتب خانہ)

(۲) علماء فرماتے ہیں کہ اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو، تو خلع پر معاوضہ لینا مکروہ ہے، چاہے تھوڑا لے یا زیادہ۔ اور اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہو، تو پھر شوہر کو چاہیے کہ جتنا مہر میں دیا ہے صرف اتنا ہی لے، اُس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ پھر بھی اگر زیادہ طے ہوا، تو زیادہ ہی دینا پڑے گا۔

(۳) مذکورہ بالا حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عورت کا مال دے دینا ہی کافی نہیں، بلکہ عورت مال کے بدلے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے گی اور شوہر طلاق دے گا، پھر خلع مکمل ہو گا۔

(۴) اسی حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قاضی یا حاکم وغیرہ عورت کے مطالبے پر خود طلاق نہیں دے گا، بلکہ عورت اگر قاضی کے پاس مطالبہ لے کر پہنچی ہے اور اس کا عذر معقول ہے اور صلح کی بھی کوئی صورت نہیں بن رہی، تو اب قاضی یا حاکم شوہر کو حکم دے گا کہ وہ معاوضہ قبول کر کے عورت کو طلاق دے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو خود سے طلاق نہیں دی تھی، بلکہ اس کے شوہر کو مال لے کر طلاق دینے کا حکم دیا تھا۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ طلاق دینے کا مالک شوہر کو بنایا گیا ہے۔

(۵) خلع ہونے سے ایک بائن طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا مسائل سے متعلق چند جزئیات ملاحظہ فرمائیں:

فتاوی ہندیہ میں خلع کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ”إزالة ملك النكاح ببدل بلفظ الخلع كذا في فتح القدير “ترجمہ: ملکیتِ نکاح کو کسی معاوضے کے بدلے لفظ خلع کے ذریعے ختم کرنے کا نام خلع ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر میں ہے۔ (الفتاوی الھندیہ، جلد1، صفحہ 488، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے: ”مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں۔ عورت کا قبول کرنا شرط ہے، بغیر اُس کے قبول کیے خلع نہیں ہو سکتا۔“

(بہار شریعت، جلد2، صفحہ 194، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت عطاء رضی اللہ تعالی عنہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا: ” لا يأخذ من المختلعة أكثر مما أعطاها “ترجمہ: شوہر نے جتنا مال دیا تھا اس سے زیادہ خلع لینے والی خاتون سے نہ لے۔

(السنن الکبری للبیہقی، جلد7، صفحہ 514، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”إن كان النشوز من قبل الزوج فلا يحل له أخذ شيء من العوض على الخلع وهذا حكم الديانة فإن أخذ جاز ذلك في الحكم ولزم حتى لا تملك استرداده كذا في البدائع. وإن كان النشوز من قبلها كرهنا له أن يأخذ أكثر مما أعطاها من المهر ولكن مع هذا يجوز أخذ الزيادة في القضاء كذا في غاية البيان “ترجمہ: اگر قصور شوہر کی طرف سے ہے، تو اسے خلع پر کچھ بھی معاوضہ لینا جائز نہیں اور یہ دیانت کا حکم ہے، بہر حال اگر وہ لے گا تو قضاءً یہ جائز ہے اور یہ مال لازم ہو گا، حتی کہ عورت یہ مال شوہر سے واپس لینے کا حق نہیں رکھتی۔ ایسا ہی بدائع میں ہے۔ اور اگر قصور عورت کی طرف سے ہے، تو ہمارے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ وہ دیئے ہوئے مہر سے زیادہ مال اس عورت سے لے لیکن حکمِ قضا کے طور پر اگر وہ لیتا ہے، تو یہ درست ہو گا۔ ایسا ہی غایۃ البیان میں ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، جلد1، صفحہ 488، دار الفکر، بیروت)

اسی میں ہے:" إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به فإذا فعلا ذلك وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال كذا في الهداية "ترجمہ: اگر میاں بیوی میں لڑائی جھگڑا ہے اور انہیں خوف ہے کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے، تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنی جان کے بدلے شوہر کو کچھ مال بطور فدیہ دے کر اس سے خلع حاصل کرلے اور پھر جب وہ دونوں یہ کرلیں گے، تو ان کے مابین ایک بائن طلاق واقع ہو گی اور مال دینا عورت پر لازم ہو گا۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔ **(الفتاوی الھندیۃ، جلد1، صفحہ488، دار الفکر، بیروت)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد ساجد عطاری

23ربیع الثانی 1444ھ/19نومبر 2022ء

الجواب صحیح

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

عورت اگر رجوع کے الفاظ کہہ دے تو کیا رجوع ہو جائے گا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13088

تاریخ اجراء: 18ربیع الثانی1445ھ/03نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ طلاق رجعی کی عدت میں اگر عورت رجوع کے الفاظ کہہ لے، مثلاً عورت مرد سے کہے کہ "میں تم سے رجوع کرتی ہوں،" تو کیا اس صورت میں بھی رجوع ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت طلاقِ رجعی کی عدت میں رجوع کے الفاظ کہہ دے تو رجوع نہیں ہو گا کیونکہ شریعتِ مطہرہ نے رجوع کرنے کا حق مرد کو دیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا" ترجمہ کنز الایمان: "اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر ملاپ چاہیں۔" (القرآن الکریم: پارہ 02، سورۃ البقرۃ، آیت 228)

مذکورہ بالا آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "یعنی طلاق رجعی میں عدت کے اندر شوہر عورت سے رجوع کر سکتا ہے خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو لیکن اگر شوہر کو ملاپ منظور ہو تو ایسا کرے۔ ضرر رسانی کا قصد نہ کرے جیسا کہ اہل جاہلیت عورت کو پریشان کرنے کے لئے کرتے تھے۔" (تفسیر خزائن العرفان، ص 77، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بدائع الصنائع، فتاوی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں ہے: "والنظم للاول" أن يكون أحد نوعي ركن الرجعة - وهو القول - منه لا منها حتى لو قالت للزوج راجعتك لم يصح لقوله سبحانه وتعالى { وبعولتهن أحق بردهن } أي: أحق برجعتهن منهن ولو كانت لها ولاية الرجعة لم يكن الزوج أحق بالرجعة منها، فظاهر النص يقتضي أن لا يكون لها ولاية الرجعة أصلا إلا أن جواز الرجعة بالفعل منها عرفناه بدليل آخر، وهو ما بينا۔" ترجمہ: "رجعت کے رکن کی دو اقسام ہیں، ان میں سے ایک قسم قول سے رجوع کرنا ہے اور وہ قول مرد کی طرف سے ہو، نہ کہ عورت کی طرف سے، یہاں تک کہ اگر عورت نے شوہر سے کہا

کہ میں تجھ سے رجوع کرتی ہوں تو یہ رجوع صحیح نہ ہوگا، اس فرمانِ باری تعالیٰ کی وجہ سے {وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ} یعنی شوہروں کو ان سے رجوع کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اگر عورت کو بھی رجعت کا اختیار ہوتا تو شوہر زیادہ حقدار نہیں ہوگا، لہذا آیت مبارکہ کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ عورت کو اصلاً رجعت کا حق حاصل نہیں، مگر یہ کہ عورت کی طرف سے بالفعل رجوع کے جائز ہونے کو ہم نے ایک دوسری دلیل سے جانا اور اسے ہم نے بیان بھی کیا ہے۔"

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الطلاق، ج03، ص186، دار الكتب العلمية، بيروت)

بہارِ شریعت میں ہے: **"عورت نے مرد سے کہا میں نے تجھ سے رجعت کرلی تو یہ رجعت نہ ہوئی۔"** (بہارِ شریعت، ج02، ص172، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ریفرنس نمبر:Mul-682 تاریخ:09-05-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ شادی کے بعد میری بیوی کی عادت یہ تھی کہ گھر میں بہت کم اور میکے بہت زیادہ رہتی تھی، جس پر ہمارے لڑائی جھگڑے بھی ہوتے رہے، مگر وہ اپنی عادت سے باز نہ آئی۔ ابھی دو دن پہلے اسی موضوع پر ہماری بات چیت چل رہی تھی اور میں اسے سمجھا رہا تھا، مگر وہ یہ بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی، تو میں نے غصہ میں کہہ دیا کہ "اگر کبھی تو میری اجازت کے بغیر میکے گئی، تو تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔" میری طرف سے طلاق کے الفاظ بولے جانے کے بعد وہ میکے نہیں گئی۔ پوچھنا یہ ہے کہ اگر وہ میری اجازت کے بغیر میکے چلی جاتی ہے، تو کیا تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی؟ نیز کوئی ایسا حل ہو سکتا ہے کہ بغیر اجازت جانے کی صورت میں بھی طلاق نہ ہو؟

نوٹ: ابھی تک قولاً فعلاً کسی طرح رجوع نہیں کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

آپ کی جانب سے بیوی کے متعلق جو تعلیق کے الفاظ بولے گئے، اس میں طلاق کے الفاظ حرفِ عطف سے خالی ہیں اور قوانینِ شرعیہ کے مطابق مدخولہ عورت کے لیے حرفِ عطف کے بغیر طلاق کے الفاظ بولنے کی صورت میں صرف ایک طلاق معلق ہوتی ہے، باقی منجز یعنی فوراً واقع ہو جاتی ہیں، لہذا صورتِ مستفسرہ میں صرف پہلی طلاق معلق ہوئی، بقیہ دو طلاقیں فوراً واقع ہو گئیں اور الفاظ چونکہ صریح ہیں، لہذا دو رجعی طلاقیں

واقع ہوئیں۔ طلاقِ رجعی کے حکم کے مطابق آپ عورت سے اس کی عدت میں بغیر اس کی رضامندی کے بھی رجوع کرسکتے ہیں اور عدت کے بعد عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرسکتے ہیں۔ دورانِ عدت اگر آپ رجوع کرنا چاہیں، تو اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کریں، مثلاً: زبان سے بیوی کو کہہ دیں کہ میں نے تم سے رجوع کیا، نکاح میں لیا، تو رجوع ہو جائے گا، اس پر دو عادل شخصوں کو گواہ بھی کرلیں اور اگر عورت کے سامنے رجعت نہیں کی، تو اسے خبر بھی دے دیں، تاکہ وہ عدت گزرنے کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرلے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات والا کوئی کام جیسے بوس وکنار وغیرہ کرلیں، تو بھی رجوع ہو جائے گا، لیکن رجعت کا یہ دوسرا طریقہ خلاف سنت ومکروہ ہے۔

یاد رہے دوران عدت رجوع کرلینے یا بعد عدت دوبارہ نکاح کرلینے کے بعد بھی **معلق طلاق** باقی رہے گی اور زندگی بھر کبھی بھی آپ کی بیوی آپ کی اجازت کے بغیر میکے گئی، تو تیسری **معلق طلاق** بھی واقع ہو جائے گی اور بیوی آپ پر بحرمت مغلظہ حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ دوبارہ نکاح نہیں ہوسکے گا۔

معلق طلاق واقع نہ ہو، اس کا حل یہ ہے کہ آپ دوران عدت رجوع نہ کریں، جب آپ کی بیوی کی عدت ختم ہو جائے گی، تو وہ نکاح سے باہر ہو جائے گی، اس کے بعد وہ آپ کی اجازت کے بغیر اپنے میکے چلی جائے، تو اس طرح تعلیق ختم ہو جائے گی اور دوبارہ نکاح کرلینے کے بعد بالفرض بغیر اجازت میکے چلی بھی گئی، تو مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی جانب سے حرف عطف کے ساتھ تعلیق کے تفصیلی احکام بیان کیے جانے کے بعد، حرف عطف کے بغیر تین طلاق کی تعلیق کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ھذا کلہ اذا ذکرہ بحرف العطف فان ذکرہ بغیر حرف العطف ان کان الشرط مقدماً فقال: ان دخلت الدار فانت طالق طالق طالق وھی غیر مدخولۃ فالاول معلق بالشرط والثانی یقع للحال والثالث لغو ثم اذا تزوجھا ودخلت الدار ینزل المعلق وان دخلت بعد البینونۃ قبل التروج حنث ولا یقع شئی **وان کانت مدخولۃ فالاول معلق بالشرط**

والثانی والثالث یقعان فی الحال وان اخر الشرط فقال: انت طالق طالق طالق ان دخلت الدار وھی غیر مدخولۃ فالاول ینزل للحال و لغا الباقی وان کانت مدخولۃ ینزل الاول والثانی للحال و یتعلق الثالث بالشرط **کذافی السراج الوھاج اھ ھندیۃ**" یہ تمام تر تفصیل اس وقت ہے، جب اس نے تعلیق حرف عطف کے ساتھ ذکر کی ہو، پس اگر تعلیق کو حرف عطف کے بغیر ذکر کیا، تو اگر شرط مقدم ہو اور شوہر کہے: اگر تو گھر میں داخل ہوئی، تو تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے اور عورت غیر مدخولہ ہو، تو پہلی طلاق شرط کے ساتھ معلق ہو گی اور دوسری فوراً واقع ہو جائے گی اور تیسری لغو ہو جائے گی، پھر جب وہ اس سے شادی کرے اور عورت گھر میں داخل ہو، تو معلق بھی واقع ہو جائے گی اور اگر وہ نکاح سے باہر ہونے کے بعد دوبارہ نکاح سے پہلے داخل ہوئی، تو قسم ختم ہو جائے گی اور کچھ بھی واقع نہیں ہو گا اور اگر عورت مدخولہ ہو، تو پہلی طلاق شرط کے ساتھ معلق ہو گی اور دوسری، تیسری فوراً واقع ہو جائیں گی اور اگر شرط کو مؤخر کیا اور کہا: تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، اگر تو گھر میں داخل ہوئی اور عورت غیر مدخولہ ہو، تو پہلی فوراً واقع ہو جائے گی اور باقی لغو ہو جائیں گی اور اگر عورت مدخولہ ہو، تو پہلی اور دوسری فوراً واقع ہو جائیں گی اور تیسری طلاق شرط کے ساتھ معلق ہو گی، اسی طرح سراج الوہاج میں ہے۔ ہندیہ۔

(جدالممتار، ج5، ص66، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بغیر عطف تعلیق کا یہ حکم فتاوی رضویہ کے ایک تحقیقی فتوی میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ "ایک شخص نے نکاح نامہ میں بیوی کو لکھ دیا کہ میں تیری اور تیرے معتبر ولی کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح نہ کروں گا، اگر کروں، تو تیرا مکمل مہر ادا شدہ ہو گا اور تجھ سے اور تیرے ولی سے اجازت کے ساتھ ہو گا، **ورنہ میری دوسری منکوحہ پر ایک طلاق، دوسری طلاق، تیسری طلاق ہو گی**، اس کے بعد اس شخص نے کوئی شرط پوری کیے بغیر دوسری عورت سے نکاح کر لیا، تو اس کی دوسری بیوی کو تین طلاق ہوں گی یا نہیں؟

دوسری عورت چونکہ غیر مدخولہ تھی، لہذا اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمۃ نے غیر مدخولہ عورت کو

تعلیق کے الفاظ کے ساتھ طلاق واقع ہونے کی مختلف صورتوں کا ذکر فرمایا، اس میں ایک صورت یہ ہے کہ جب شرط مقدم ہو اور الفاظ طلاق حرف عطف کے بغیر ہوں، تو اس صورت کا حکم یہ ہے کہ پہلی طلاق شرط پر معلق ہو جائے گی، جبکہ دوسری فوراً واقع ہو جائے گی اور تیسری لغو ہو جائے گی، کیونکہ غیر مدخولہ ایک سے زائد طلاق کا محل نہیں ہے۔ **اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت مدخولہ ہو، تو ایک طلاق معلق ہو گی اور بقیہ دو فوراً واقع ہو جائیں گی۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔** چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ”اصل اینست کہ معلق ہنگام وجود شرط فرودمی آید گویا اینک بجز منجز تکلم کردہ است وزن نامدخولہ اگرچہ محل وقوع سہ طلاق بیکبار ہست ولہذا اگر اورا گوید برتو سہ طلاق یا اگر بایں خانہ در آئی سہ طلاق باشی در صورت اولٰی فوراً ودر اخری ہنگام دخولہ خانہ سہ طلاق واقع شود بلکہ اگر سہ طلاق جدا گانہ تعلیق کرد اما معطوفہ بغیر حرف "ثم" وشرط را مؤخر آورد مثلاً گفت تو طلاقی وطلاقی وطلاقی اگر چناں کنی نیز بحصول شرط سہ طلاق افتد زیرا کہ عطف بواو یافا آنہارا موصول کردہ وتاخیر شرط اول سخن را بہ تعلیق تغییر دادہ است پس مجموع معلق شد وبوقوع شرط دفعۃً فرود آمد اما غیر مدخولہ وقوع بتفریق را صلاحیت ندارد ولہذا اگر گفت ترایک طلاق ودو طلاق وسہ طلاق یا اگر اینکار کنی تو طلاقی و طلاقی و وطلاقی بتقدیم شرط یا تو طلاقی طلاقی طلاقی اگر چناں کنی بتاخیر شرط وترک عطف ہمیں بیک طلاق بائن شود وباقی لغو رود زیرا کہ در صورت اولٰی چوں ترا یک طلاق گفت ایں طلاق افتد وزن از عصمت نکاح بیروں شد وعدت ہم نیست پس محلیت طلاق نماند ومعطوفات باقیہ ہنگام انعدام محلیت برزماں آمد وبیکار رفت ودر ثانیہ چوں شرط مقدم ست گویا ہنگام وقوع شرط چناں گفت کہ تو طلاقی وطلاقی وطلاقی وبدلیلی ہمیں عہ یک وقوع یافت ودر ثالثہ مغیر کہ در آخر کلام یافتہ شد ہمیں طلاق ثالث را از تنجیز بہ تعلیق تغییر داد کہ ماسلف بجہت ترک عطف باد مربوط نبود، پس ہنگام تکلم بہ کلمہ اولٰی یک طلاق فی الحال واقع شد ومحل تنجیز دوم وتعلیق سوم نماند **چوں ایں مسائل**

حالی شد حکم مسئولہ مسئلہ رنگ وضوح یافت کہ بر منکوحہ ثانیہ ہمیں یک طلاق واقع شود وبس " قاعدہ یہ ہے کہ کسی شرط کے ساتھ معلق طلاق، اس شرط کے پائے جانے پر وقوع پذیر ہوتی ہے گویا کہ اس وقت اس نے طلاق کا تکلم غیر مشروط طور پر کیا ہے اور غیر مدخولہ عورت یکبار تین طلاقوں کے وقوع کا محل ہے، لہذا اگر خاوند نے غیر مدخولہ بیوی کو کہا تجھے تین طلاق، یا کہا تو اگر اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، تو پہلی صورت میں فوراً اور دوسری صورت میں اس کے گھر میں داخل ہونے پر تین طلاقیں ہو جائیں گی، بلکہ اگر متفرق طور پر تین طلاقیں کسی شرط سے معلق کر دے بشرطیکہ ان متفرق طلاقوں کو لفظ "واؤ" یا "فاء" کے ساتھ بطور عطف ذکر کرے، نہ کہ لفظ "ثم" کے ساتھ، اور شرط کا ذکر اس کے بعد کرے، مثلاً: یوں کہے تجھے طلاق وطلاق وطلاق اگر تو فلاں کام کرے، تو اس صورت میں بھی شرط پائے جانے پر تین طلاقیں ہوں گی، کیونکہ واؤ اور فاء کا عطف سب کو ملا دیتا ہے اور جب اس کے بعد شرط ذکر کی، تو اس شرط نے پہلے پورے کلام کو معلق کر دیا، تو شرط کے پائے جانے پر اس سے معلق تینوں طلاقیں دفعۃً واقع ہو جائیں گی، لیکن اس کے برخلاف اگر غیر مدخولہ کو تین طلاقیں غیر مشروط طور پر متفرق دے، مثلاً: یوں کہے تجھے ایک طلاق اور دوسری طلاق اور تیسری یا تینوں کو متفرق طور پر ذکر کرے مگر شرط کو ان سے پہلے ذکر کرے، مثلاً: یوں کہے، اگر تو نے فلاں کام کیا، تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق، یا مشروط تین طلاقیں ذکر کرے مگر طلاقوں کو بغیر عطف شرط سے پہلے ذکر کر دیا ہو، مثلاً: یوں کہے تجھے طلاق طلاق طلاق اگر تو فلاں کام کرے، تو ان تینوں صورتوں میں متفرق شدہ طلاقوں میں سے ایک ہی طلاق ہو گی، جو بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو لغو ہو جائیں گی، کیونکہ ان میں سے پہلی صورت میں جب اس نے "تجھے ایک طلاق" کہا تو بیوی بغیر عدت نکاح سے خارج ہو جائے گی، تو وہ اس کے بعد طلاق کا محل ہی نہ رہی، تو باقی دو کے وقوع کے وقت بیوی طلاق کا محل نہ تھی، لہذا وہ دونوں طلاقیں بیکار (لغو) ہو گئیں، اور دوسری صورت میں چونکہ شرط مقدم ہے اس لیے شرط کے وجود پر پہلی طلاق کے بعد باقی دو طلاقوں کا محل نہ رہی، کیونکہ وہ پہلی طلاق کے ساتھ ہی بائنہ ہو گئی، لہذا باقی دونوں لغو ہو گئیں، شرط کے پائے جانے پر، گویا یوں کہا تجھے طلاق وطلاق وطلاق، تو یہ پہلی صورت کی طرح

ہو گئی، اور تیسری صورت میں اس لیے کہ تعلیق کا تعلق صرف آخری طلاق سے ہوا، کیونکہ طلاقوں کے بعد اس نے شرط ذکر کی جس نے تیسری طلاق کے وقوع سے روک دیا، اور پہلی دونوں عطف نہ ہونے کی وجہ سے تیسری کے ساتھ مربوط نہ ہو سکیں، لہذا وہ دونوں ذکر کرتے ہی غیر مشروط واقع ہو گئیں، تو جب پہلی واقع ہوئی ، تو وہ بائنہ ہو گئی، تو اس کے بعد وہ دوسری غیر مشروط اور تیسری معلق اور مشروط کا محل نہ رہی، لہذا دوسری اور تیسری لغو ہو گئیں، **جب یہ مذکورہ مسائل معلوم ہو گئے، تو مسئلہ مسئولہ واضح ہو گیا کہ دوسری منکوحہ کو بھی یہ ایک ہی طلاق ہو گی، اور بس۔**

فی الھندیۃ:"ان علق الطلاق بالشرط ان کان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق وطالق وطالق وھی غیر مدخولۃ بانت بواحدۃ عند وجود الشرط فی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولغا الباقی، وان کان الشرط مؤخرا فقال انت طالق وطالق وطالق ان دخلت الدار، أوذکرہ بالفاء فدخلت الدار بانت بثلث اجماعا سواء کانت مدخولۃ اوغیر مدخولۃ، **فان ذکرہ بغیر حرف العطف ان کان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق طالق طالق وھی غیر مدخولۃ فالاول معلق بالشرط والثانی یقع للحال والثالث لغو،** وان اخر فالاول ینزل للحال ولغا الباقی کذافی السراج اھ ا ـملخصا"ہندیہ میں ہے: اگر کسی نے طلاق کو مشروط کیا اور شرط کو پہلے ذکر کیا، مثلاً: یوں کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی، تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق، جبکہ عورت غیر مدخولہ ہو، تو شرط پائے جانے پر وہ پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے مسلک پر اور باقی دو لغو ہو جائیں گی، اور اگر شرط مؤخر ذکر کی ہو، مثلا: یوں کہا تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق اگر تو گھر میں داخل ہوئی، یا فاء کے ساتھ عطف کیا، تو عورت جب گھر میں داخل ہو گئی، تو تین طلاقوں سے بائن ہو جائے گی، خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، یہ مسئلہ بالاجماع ہے، **اور اگر طلاقوں کا ذکر عطف کے بغیر ہو، تو اگر شرط مقدم ہو، مثلاً: یوں کہے: اگر تو گھر میں داخل ہوئی، تو تجھے طلاق طلاق طلاق، جب بیوی غیر مدخولہ ہو، تو پہلی طلاق شرط سے معلق ہو گی، دوسری فی الحال واقع ہو جائے گی، جو بائنہ ہو گی اور تیسری لغو ہو**

جائے گی، اور اگر شرط کو مؤخر ذکر کیا، تو پہلی طلاق فوراًواقع ہو گی اور باقی دونوں لغو ہوں گی، سراج میں ایسے ہی مذکور ہے اھ ملخصاً۔

وفی الدرالمختار:" یقع بانت طالق واحدۃوواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لودخلت لتعلقھما بالشرط دفعۃ **وتقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اھ**" درمختار میں ہے: اگر کسی نے یوں کہا: تجھے ایک طلاق اور ایک (عطف کے ساتھ) اگر تو گھر میں داخل ہو، تو دونوں طلاقیں واقع ہوں گی، کیونکہ دونوں ایک شرط سے مشروط ہیں، لہذا شرط پائے جانے پر دونوں دفعۃً واقع ہو جائیں گی۔ **اور اگر شرط کو مقدم ذکر کیا، تو ایک طلاق واقع ہو گی، کیونکہ یہاں مشروط، غیر مشروط کی طرح ہے اھ**۔فی ردالمحتار :"قولہ لتعلقھما بالشرط دفعۃ لان الشرط مغیر للایقاع فاذا اتصل المغیر توقف صدر الکلام علیہ فیتعلق بہ کل من الطلقتین معا فیقعان عند وجود الشرط کذلک **بخلاف مالوقدم الشرط فلایتوقف لعدم المغیر**، مختصرا" ردالمحتار میں اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول کہ "(پہلی صورت میں) دونوں **معلق** بشرط واحد ہیں" کیونکہ شرط کے ذکر نے دونوں کو غیر مشروط سے مشروط بنا دیا، اس لیے کہ اس تبدیلی والی شرط کی وجہ سے پہلا کلام اس پر موقوف ہو گیا، لہذا دونوں طلاقوں کا معاً اس شرط سے تعلق ہو گیا، لہذا شرط پائے جانے پر دونوں اس طرح معاًواقع ہو جائیں گی، **اس کے برخلاف اگر شرط کو مقدم ذکر کیا ہو، تو دونوں پر موقوف نہ ہوں گی، بلکہ صرف پہلی معلق ہو گی اور دوسری غیر مشروط رہے گی، جو فی الحال فوراً واقع ہو جائیں گی**، مختصراً۔" (فتاوی رضویہ، ج13، ص225تا228، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

طلاقِ رجعی کے بعد رجوع کا حق ہونے کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: "یہ طلاق دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نِکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔" **(القرآن، پارہ2، سورۃالبقرۃ، آیت229)**

عالمگیری میں ہے:" واذا طلق الرجل امراتہ تطلیقۃ رجعیۃ او تطلیقتین فلہ ان یراجعھا فی عدتھا رضیت بذلک اولم ترض" جب مرد اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دے دے، تو اسے اختیار

ہے کہ اس کی عدت میں رجوع کرلے، عورت اس پر راضی ہو یا نہ ہو۔

(عالمگیری، ج1، ص470، مطبوعہ کوئٹہ)

رجوع کے طریقے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے **فتاویٰ عالمگیری میں فرماتے ہیں:** ”وھی علی ضربین، سنی وبدعی۔ (فالسنی) ان یراجعھا بالقول ویشھد علی رجعتھا شاھدین ویعلمھا بذلک، فاذا راجعھا بالقول نحو ان یقول لھا راجعتک او راجعت امراتی ولم یشھد علی ذلک او اشھد ولم یعلمھا بذلک فھو بدعی مخالف للسنۃ والرجعۃ صحیحۃ، وان راجعھا بالفعل مثل ان یطاھا او یقبلھا بشھوۃ او ینظر الی فرجھا بشھوۃ فانہ یصیر مراجعا عندنا الا انہ یکرہ لہ ذلک ویستحب ان یراجعھا بعد ذلک بالاشھاد، کذا فی الجوھرۃ النیرۃ“ رجعت کی دو قسمیں ہیں، سنت اور بدعت۔ سنت یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجوع کرے اور اپنے رجوع کرنے پر دو شخصوں کو گواہ بنائے اور عورت کو بھی اس کی خبر کردے۔ تو جب اس نے قول سے رجوع کیا، مثلاً: اس سے کہا: میں نے تم سے رجوع کیا یا میں نے اپنی عورت سے رجوع کیا، مگر اس پر گواہ نہ بنائے یا گواہ بنائے، مگر عورت کو اس کی خبر نہ دی، تو یہ بدعت و خلافِ سنت ہے، مگر رجوع صحیح ہے، اور اگر فعل سے رجوع کیا، مثلاً: اُس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف شہوت سے نظر کی، تو ہمارے نزدیک وہ رجوع کرنے والا ہو جائے گا، لیکن اس کے لیے ایسا کرنا، مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد گواہ بنا کر دوبارہ رجوع کرے۔ اسی طرح جوہرہ نیرہ میں ہے۔ **(فتاوی عالمگیری، ج1، ص468، مطبوعہ کوئٹہ)**

کسی شرط پر **معلق طلاق** شرط پائے جانے کے بعد واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ **ہدایہ شریف میں ہے:** ”اذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامراتہ ان دخلت الدار فانت طالق“ جب طلاق کو کسی شرط کی طرف مضاف کیا، تو شرط پائے جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی، جیسے مرد اپنی عورت سے کہے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی، تو تجھے طلاق۔ **(ہدایہ مع نصب الرایہ، ج3، ص324، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)**

معلق طلاق واقع نہ ہو، اس کا حل بیان کرتے ہوئے تنویر الابصار و درمختار میں فرماتے ہیں: ”(وتنحل) الیمین (بعد) وجود (الشرط مطلقاً) لکن ان وجد فی الملک طلقت وعتق والا

لا فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينکحها" اور شرط پائے جانے کے بعد یمین مطلقاً ختم ہو جائے گی، لیکن شرط اگر ملکیت میں پائی گئی، تو طلاق اور آزادی واقع ہو جائے گی، وگرنہ نہیں، تو جس شخص نے تین طلاق عورت کے گھر میں داخل ہونے پر معلق کر دیں، اس کا حیلہ یہ ہے کہ وہ اسے ایک طلاق دے، پھر عدت کے بعد عورت گھر میں داخل ہو جائے، تو یمین ختم ہو جائے گی، پھر وہ نکاح کر لے۔ **(تنویر الابصار و درمختار مع ردالمحتار، ج4، ص600، مطبوعہ کوئٹہ)**

ردالمحتار میں ہے: "قوله: (مطلقا) ای: سواء وجد الشرط فی الملک اولا" مصنف علیہ الرحمۃ کا قول: (مطلقاً) یعنی برابر ہے کہ شرط ملک میں پائی جائے یا نہیں۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج4، ص600، مطبوعہ کوئٹہ)

تنبیہ: اوپر مذکور حل پر عمل کر کے دوبارہ نکاح کر لینے کے بعد آپ کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی ہو گا کیونکہ دو طلاقیں پہلے واقع ہو چکیں، لہذا کبھی بھی آپ نے تیسری طلاق دے دی، تو بیوی آپ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ دوبارہ نکاح نہیں ہو سکے گا۔

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دو مرتبہ طلاق رجعی دینے والے کے بارے میں فرماتے ہیں: "اگر پہلے طلاق نہ دی تھی، یہ دو دی ہیں، تو آئندہ جب کبھی ایک طلاق دے گا، عورت بے حلالہ کے نکاح میں نہ آسکے گی۔" **(فتاوی رضویہ، ج12، ص367، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

18 شوال المکرم 1444ھ/09 مئی 2023ء

بیوی کے کفر بولنے کے بعد اسے طلاق دینا

مجیب: ابوحفص محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر:WAT-943

تاریخ اجراء: 03 محرم الحرام 1443ھ /03 اگست 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر شادی شدہ عورت صریح کفر بول دے اور پھر فوراتوبہ تجدید ایمان بھی کرے لیکن تجدید نکاح ایک سال بعد کرے۔ اس صورت میں اگر شوہر تجدید ایمان کے بعد اور تجدید نکاح سے پہلے عورت کو طلاق دے یا طلاق کو کسی چیز پر معلق کرے تو طلاق یا اس کی تعلیق درست ہو گی یا نہیں ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر شوہر تجدید نکاح سے پہلے طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اسی طرح اگر تجدید نکاح سے پہلے طلاق کو معلق کر دے تو یہ تعلیق بھی درست ہو گی۔ کیونکہ مفتی بہ قول کے مطابق عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، نکاح باقی رہتا ہے اگرچہ تجدید نکاح سے پہلے صحبت جائز نہیں ہوتی۔ چنانچہ سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”اگر عورت معاذاللہ اُن میں کی ہو گئی اور مرد سنی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا۔ علی مافی النوادر وحققنا الافتاء بہ فی ھذا الزمان فی فتاونا (نوادر کی روایت کے مطابق اور ہم نے اپنے فتاوی میں اس کی تحقیق کی ہے کہ اس زمانہ میں فتوٰی یہی ہے۔) مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہو گئی جب تک اسلام نہ لائے۔ لان المرتد لیست باھل ان یطأھا مسلم او کافر او احد، (کیونکہ مرتد عورت اس قابل نہیں رہی کہ کوئی بھی اس سے وطی کرے خواہ مسلمان مرد ہو یا کافر یا کوئی بھی ہو۔)“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 11 صفحہ 244 مطبوعہ لاہور)

کسی عورت نے کچہری میں اپنے آریہ ہونے کی درخواست دی، اس پر اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی، اس کے متعلق حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا تو آپ علیہ الرحمۃ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "عورت اپنی اس درخواست کی بنا پر اسلام سے خارج ہو گئی، اس پر توبہ و تجدید ایمان فرض ہے۔۔۔ عورت کی ردت سے نکاح

پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔۔۔ آج اسی روایت پر فتوی ہمارے نزدیک واجب ہے۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ طلاق ہوگئی اگرچہ کتنے ہی زمانہ کے بعد دی ہو۔" (فتاوی مصطفویہ، ص93،92، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رخصتی سے پہلے ہی جدائی ہو جائے، تو حق مہر کا کیا حکم ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13051

تاریخ اجراء: 04 ربیع الثانی 1445ھ / 20 اکتوبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رخصتی سے پہلے ہی اگر میاں بیوی میں جدائی ہو جائے، تو حق مہر کا کیا حکم ہو گا؟ جو مہر مقرر ہو چکا تھا کیا وہ مہر عورت کو ملے گا یا پھر اس پر شوہر ہی کا حق ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

میاں بیوی کے درمیان اگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے جدائی ہو جائے تو مہر مقرر ہونے کی صورت میں آدھا مہر شوہر پر دینا واجب ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَ اِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡھُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡھُنَّ وَ قَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَھُنَّ فَرِیۡضَۃً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ یَّعۡفُوۡنَ اَوۡ یَعۡفُوَا الَّذِیۡ بِیَدِہٖ عُقۡدَۃُ النِّکَاحِ ؕ -" ترجمہ کنز الایمان: "اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لیے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔" (القرآن الکریم: پارہ 02، سورۃ البقرۃ، آیت 237)

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(و) یجب (نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة)" یعنی دخول یا خلوت سے پہلے طلاق کی وجہ سے نصف مہر لازم ہے۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب النکاح، ج 04، ص 226-225، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوٰی رضویہ میں ہے: "**اگر قبل خلوت طلاق دی جائے گی**، آدھا مہر ساقط ہو جائے گا، **نصف واجب الادا ہو گا۔**" (فتاوٰی رضویہ، ج 11، ص 281، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: "وطی یا خلوت صحیحہ یا دونوں میں سے کسی کی موت ہو ان سب سے مہر مؤکد ہو جاتا ہے کہ جو مہر ہے اب اس میں کمی نہیں ہو سکتی۔۔۔ **اگر مہر مؤکد نہ ہوا تھا اور شوہر نے طلاق دے دی تو نصف واجب ہو گا** اور اگر طلاق سے پہلے پورا مہر ادا کر چکا تھا تو نصف تو عورت کا ہو ا ہی اور نصف شوہر کو واپس ملے گا مگر اس کی واپسی میں

شرط یہ ہے کہ یا عورت اپنی خوشی سے پھیر دے یا قاضی نے واپسی کا حکم دے دیا ہو اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو شوہر کا کوئی تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا، مثلاً اس کو بیچنا، ہبہ کرنا، تصدّق کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔" (بہارِ شریعت، ج02، ص65، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ریفرینس نمبر:FMD-1390　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　تاریخ:29-04-2019

طلاق کے بعد جہیز، زیورات و دیگر سامان کی واپسی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام طلاق کے بعد درپیش ہونے والے درج ذیل مسائل کے بارے میں:

(1)عورت کو جہیز میں جو کچھ زیور اور سامان وغیرہ اپنے والدین کی طرف سے ملا، طلاق ہو جانے کے بعد ان کا حقدار کون ہے؟ عورت کو ملے گا یا سسرال والوں کو؟

(2)عورت کو جو زیورات شوہر کے والدین کی طرف سے ملے، طلاق کے بعد ان کا حقدار کون ہے؟

(3)شوہر کو ساس وسُسر کی جانب سے جو چیزیں ملیں مثلاً بائیک، گھڑی، انگوٹھی اور گولڈ وغیرہ، وہ واپس کی جائیں گی یا نہیں؟

(4)عورت کے والدین نے عورت کی ساس کو سونے کا ہار گفٹ کیا، کیا طلاق کے بعد اس کی واپسی ہو گی یا نہیں؟

سائل:زاہد احمد قریشی(کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1)جو کچھ زیور، سامان وغیرہ عورت کو اپنے والد کی طرف سے جہیز میں ملا، اس کی مالک صرف عورت ہے وہ اسی کو ملے گا کسی اور کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

ردالمحتار میں علامہ شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:"کل أحد یعلم أن الجھاز ملک المرأۃ وأنہ إذا طلقھا تأخذہ کلہ، وإذا ماتت یورث عنھا"یعنی ہر ایک جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہے لہذا جب شوہر اسے طلاق دیدے تو وہ تمام جہیز لے لے گی اور جب عورت مر جائے تو جہیز میں وراثت جاری ہو گی۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، ج05، ص302، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے:"جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص مِلک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں، طلاق ہُوئی تو کُل لے گئی، اور مر گئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہو گا"

(فتاوی رضویہ، ج12، ص203، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ایک اور مقام پر ہے:"زیور، برتن، کپڑے وغیرہ جو کچھ ماں باپ نے دختر کو دیا تھا وہ سب ملک دختر ہے" (فتاوی رضویہ، ج26، ص 211، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

(2) وہ زیورات جو عورت کو شوہر کے والدین کی طرف سے ملے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں:

1۔ اگر شوہر کے والدین نے زیورات عورت کے قبضہ میں دیتے وقت مالک بنانے یا ہبہ یا تحفہ دینے کی صراحت کر دی تھی۔ مثلاً لڑکی کو کہا کہ ہم نے یہ زیورات آپ کی ملک کئے یا آپ کو ہبہ کئے یا بطورِ تحفہ دئے۔

2۔ تحفہ دینے یا مالک بنانے کی صراحت تو کسی نے بھی قبضہ دیتے وقت نہیں کی تھی، لیکن خاندان کا عرف ہی یہ ہو کہ دیتے وقت مالک ہی بنا دیتے ہیں، تو مذکورہ ان دونوں صورتوں میں لڑکی ان زیورات کی مالکہ ہو جاتی ہے اور سسرال والے اب اس کے مالک نہیں رہتے اور اب ان کا طلاق سے پہلے یا طلاق کے بعد ان زیورات کی واپسی کا مطالبہ کرنا، جائز نہیں۔

3۔ دیتے وقت نہ مالک بنانے کی صراحت کی اور نہ ہی وہاں مالک بنانے پر عرف جاری ہو، بلکہ وہاں کا رواج یہ ہے کہ جب تک نکاح میں لڑکی رہے تو یہ زیورات پہننے کی اسے اجازت ہوتی ہے، لیکن جب طلاق ہو جائے، تو واپس لے لیتے ہوں، تو اس صورت میں وہ زیورات دینے والے کی ملک ہیں۔ وہ لڑکی سے جب بھی واپس لینا چاہیں، تو لے سکتے ہیں۔

یہی تینوں صورتیں اور ان کے احکام، زیورات کے علاوہ دیگر ساز و سامان کے بارے میں ہوں گے۔

چنانچہ امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:"چڑھاوے کا اگر عورت کو مالک کر دیا گیا تھا خواہ صراحۃً کہہ دیا تھا کہ ہم نے اس کا تجھے مالک کیا یا وہاں کے رسم و عرف سے ثابت ہو کہ تملیک ہی کے طور پر دیتے ہیں جب تو وہ بھی عورت ہی کی ملک ہے ورنہ جس نے چڑھایا اس کی ملک ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج12، ص260، رضافاونڈیشن، لاھور)

(3) شادی کے وقت سُسرال سے جو چیزیں شوہر کو ملتی ہیں۔ مثلاً بائیک، گھڑی، انگوٹھی اور گولڈ وغیرہ، عام عرف یہی ہے کہ شوہر کو ہبہ (گفٹ) کی جاتی ہیں اور اس سے مقصود اپنے داماد کو ان چیزوں کا مالک بنانا ہی ہوتا ہے۔ نیز شادی کے بعد کی گفتگو میں اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں کہ ہم نے داماد کو شادی کے وقت فلاں فلاں چیز گفٹ کی ہے وغیرہ، لہذا ایسی صورت حال میں شوہر قبضہ کرنے کے بعد قطعاً ان چیزوں کا مالک بن جاتا ہے۔

ہاں اگر کوئی معمولی یا قیمتی شے دیتے وقت صراحتاً کہہ دیا تھا کہ ملک نہیں کر رہے، بطور عاریت دے رہے ہیں یا بیٹی کی ملک کر رہے ہیں، تو پہلی صورت میں دینے والا جو پہلا مالک تھا، اسی کی ملک باقی رہے گی اور دوسری صورت میں بیٹی کی ملکیت ثابت ہوگی، جبکہ اس کا قبضہ بھی ہو چکا ہو۔

چنانچہ شادی کے وقت سُسرال سے ملنے والے جوڑے کے متعلق امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

فرماتے ہیں: "شوہر کا جوڑا ادھر سے آتا ہے بعد قبضہ قطعاً مِلک شوہر ہو جاتا ہے کہ لوگ اُس سے تملیک ہی کا قصد کرتے ہیں وذٰلک واضح لا خفاء بہ (اور یہ واضح ہے اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں)"

(فتاوی رضویہ، ج12، ص204، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

تنبیہ: گفٹ کی تکمیل کے بعد حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر گفٹ کی واپسی کے موانع (جس کی تفصیل آگے چوتھی شق کے جزئیہ میں موجود ہے) میں سے کوئی مانع نہ پایا جائے، تو قضائے قاضی یا باہم رضامندی سے واپس لینے کا اختیار ہوتا ہے یعنی واپس لیں گے، تو واپسی صحیح ہو جائے گی، لیکن واپس لینا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ اور شرعاً نہایت قبیح فعل ہے، جسے حدیث پاک میں کُتّے کے قے یعنی اُلٹی کر کے اُسے چاٹ لینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر کسی نے گفٹ کی ہوئی چیز زبردستی چھین لی، تو یہ شخص اُس گفٹ کی ہوئی چیز کا مالک نہیں بنے گا، بلکہ جس کو گفٹ دیا تھا وہ چیز اسی کی ملکیت میں باقی رہے گی۔ اور اس کے تمام تصرفات ، ملکِ غیر میں تصرف کرنا کہلائے گا۔

بخاری شریف میں ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "العائد في ھبتہ کالعائد في قیئہ" ترجمہ: اپنے ہبہ سے رجوع کرنے والا اپنی قے میں لوٹنے والے کی طرح ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الھبۃ، ج3، ص164، دار طوق النجاۃ، مصر)

فتاوی رضویہ میں ہے "اگر موانع رجوع نہ ہوں جب بھی رجوع کا خود بخود اختیار نہیں ہوتا بلکہ یا تو موہوب لہ (جس شخص کو گفٹ دیا گیا ہو اس) کی مرضی سے ہبہ واپس کرلے یا نالش کر کے بحکم حاکم رجوع کرے، اس کے بعد دوسرے کو ہبہ کر سکتا ہے بغیر اس کے وہی ملک غیر کا ہبہ ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج19، ص332، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں سُسرال کی جانب سے ملنے والے جوڑے کی واپسی کے بارے میں لکھا ہے: "اگر جوڑا مِلکِ شوہر میں موجود اور باقی موانع رجوع بھی مفقود ہوں مثلاً **والدینِ زن نے بنایا تو اُن سے قرابت محرمہ نسبیہ نہ ہو**، یا مالِ زوجہ سے بنا تو پیش از نکاح بھیجا گیا ہو تو شوہر کی رضا یا قاضی کی قضا سے رجوع کا اختیار ہو گا کہ طرفین سے جوڑیں کا جانا بحکمِ عرف دونوں جانب کی مستقل رسم ہے، **نہ ایک دوسرے کے عوض میں**، ولہذا اگر ایک جانب سے مثلاً بوجہ افلاس جوڑا نہ آئے تو بھی دوسری طرف والے بھیجتے ہیں تو عوض صریح کہ موانع رجوع سے ہے متحقق نہیں، پھر دُولہا کی جانب سے بری میں ہرگز اُس جوڑے کا خیال نہیں جو دُولہا کو ملتا ہے بلکہ محض ناموری یا وہی کثرتِ جہیز کی طمع پروری، بہر حال یہ ہبہ معاوضہ سے خالی ہے تو بشرائط مذکورہ دُلہن والوں کو رجوع کا اختیار، مگر گنہگار ہوں گے۔۔۔اس صورت میں شوہر نے اگر یہ جوڑا واپس کر دیا تو رجوع صحیح ہو گئی اور اس کی مِلک سے خارج ہو گیا لتحقق الرجوع بالتراضی (باہمی رضامندی سے رجوع متحقق ہونے کی وجہ سے)"

(ملتقطا از فتاوی رضویہ، ج12، ص05-204، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(4) عورت کے والدین نے عورت کی ساس یعنی اپنی سمدھن کو جو سونے کا ہار گفٹ کیا، تو اس کا حکم وہی ہے، جو تیسری شق میں گزرا یعنی ہبہ کی واپسی سے کوئی مانع نہ پایا جائے تو قاضی کی قضا یا سمدھن کی رضامندی سے واپس لینے کا اختیار ہے، لیکن تحفہ دینے والا تحفہ واپس لینے کی صورت میں گناہ گار ضرور ہو گا۔

موانعِ رجوع میں سے کوئی نہ ہو تو موہوب لہ کی رضا یا قضائے قاضی سے ہبہ میں رجوع ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے: "اگر وہ شخص اس کا ذی رحم محرم نہیں یعنی نسب کے رو سے ان میں باہم وہ رشتہ نہیں جو ہمیشہ ہمیشہ حرمت نکاح کا موجب ہوتا ہے جیسے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، نہ یہ واہب و موہوب لہ وقت ھبہ باہم زوج وزوجہ تھے، **نہ موہوب لہ وقت ہبہ فقیر تھا، نہ اب تک موہوب لہ اس ھبہ کے عوض میں کوئی چیز یہ جتا کر واہب کو دے چکا ہے کہ یہ تیرے ہبہ کا معاوضہ ہے، نہ اس عین شیئ موہوب میں کوئی ایسی زیادت موہوب لہ کے پاس حاصل ہوئی اور اب تک باقی ہے جس سے قیمت بڑھ جائے** جیسے زمین میں عمارت یا پیڑ یا کپڑے میں رنگ یا جاندار میں فربہی یا کنیز میں حُسن یا اسے کوئی صنعت یا علم آ جانا تو ان سب شرائط کے ساتھ **جب تک وہ شے موہوب اس موھب لہ کی ملک میں باقی و قائم اور واہب و موہوب لہ دونوں زندہ ہیں** اگرچہ ھبہ کو سو برس گزر چکے ہوں واپس لینے کا اختیار ہے بایں معنی کہ یا تو موہوب لہ خود واپسی پر راضی ہو جائے یا بہ بحکم حاکم شرع واپس کرا لے ورنہ آپ جبرا لے لینے کا کسی غیر حاکم شرعی کے حکم سے واپس کرانے کا اصلا اختیار نہیں **یونہی اگر ان آٹھ شرطوں میں سے کوئی بھی کم ہے تو واپسی کا مطلقا اختیار نہ ہو گا،** پھر یہاں اختیار کا صرف اتنا حاصل کہ واپسی صحیح ہو جائے گی لیکن گناہ ہر طرح ہو گا کہ دے کر پھیرنا شرعا منع ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی مثال ایسی فرمائی جیسے کتا قے کر کے چاٹ لیتا ہے"

(فتاوی رضویہ، ج19، ص198، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

23 شعبان المعظم 1440ھ / 29 اپریل 2019ء

کیا نامرد کی عورت پر بھی طلاق کی عدت لازم ہوگی؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13190

تاریخ اجراء:08جمادی الثانی1445ھ/22دسمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص بیوی کے ساتھ رہتا ہو مگر حقِ زوجیت ادا کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ پھر شادی کے چار سال بعد وہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے، تو کیا اس کی عورت پر بھی طلاق کی عدت لازم ہوگی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں اُس عورت پر طلاق کی عدت لازم ہوگی۔

نامرد کی بیوی پر طلاق کی عدت لازم ہونے سے متعلق تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:"(ولو وجدته عنينًا) هو من لا يصل إلى النساء لمرض أو كبر، أو سحر۔۔۔ (فإن وطئ) مرة فبها (وإلا بانت بالتفريق) من القاضي إن أبى طلاقها" ترجمہ:"عورت اگر شوہر کو نامرد پائے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو مرض، بڑھاپے یا جادو کے سبب عورت سے جماع کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔۔۔ اگر اُس نامرد نے ایک مرتبہ بھی اپنی عورت سے وطی کرلی ہو تو بہتر، ورنہ قاضی کی جانب سے تفریق کی صورت میں وہ عورت طلاقِ بائنہ والی شمار ہوگی جبکہ شوہر نے طلاق دینے سے انکار کیا ہو۔"

(وإلا بانت بالتفريق) کے تحت رد المحتار میں ہے:"لأنها فرقة قبل الدخول حقيقة، فكانت بائنة ولها كمال المهر وعليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة، بحر" ترجمہ:"کیونکہ یہ جدائی حقیقۃً دخول سے پہلے ہے، لہذا اس عورت کو طلاقِ بائنہ واقع ہوگی اور اُس کے لیے پورا مہر ہوگا، نیز خلوتِ صحیحہ پائی جانے کی وجہ سے اُس عورت پر عدت بھی لازم ہوگی، "بحر"۔" (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، ج05، ص175-171، مطبوعه کوئٹه، ملتقطاً)

نامرد کی خلوت صحیح شمار ہو گی۔ جیسا کہ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق میں ہے:"(قولہ: وعلیھا العدۃ لوجود الخلوۃ الصحیحۃ) أي لأن خلوۃ العنین صحیحۃ إذ لا وقوف علی حقیقۃ العنۃ لجواز أن یمتنع من الوطء اختیارا تعنتا فیدور الحکم علی سلامۃ الآلۃ۔ اھ۔ فتح۔"یعنی شارح کا یہ فرمانا کہ نامرد کی عورت پر خلوتِ صحیحہ پائی جانے کی وجہ سے عدت لازم ہو گی، کیونکہ نامرد کی خلوت صحیح ہوتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نامرد ہونے کا حقیقی علم نہیں ہو سکتا، ممکن ہے مرد جان بوجھ کر جماع سے باز رہے۔ لہٰذا حکم آلہ تناسل کے سلامت رہنے پر دائر ہو گا۔ (حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، ج 03، ص 23، مطبوعہ قاہرۃ)

عنایہ شرح الہدایہ میں ہے:"(ولھا کمال المھر إن کان خلا بھا لأن خلوۃ العنین صحیحۃ)۔۔۔۔ (ویجب العدۃ) لتوھم الشغل احتیاطا استحسانا۔"یعنی نامرد نے عورت سے خلوت کر لی ہو تو اُس کی عورت کو پورا مہر ملے گا کہ نامرد کی خلوت درست ہوتی ہے۔۔۔۔ ہاں اُس کی عورت پر استحساناً احتیاط کے طور پر عدت لازم ہو گی کیونکہ ممکن ہے کہ عورت کو حمل ٹھہر چکا ہو۔ (العنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الطلاق، ج 04، ص 300، دار الفکر، ملتقطاً)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاوٰی رضویہ میں نامرد سے متعلق کیے گئے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:"جب اس طرح سال کامل گزر جائے اور زید (عنین) ہندہ پر قدرت نہ پائے تو اس وقت بطلب ہندہ زید و ہندہ میں تفریق کر دی جائے، **اب بعد عدت ہندہ کو اختیار نکاح ہو گا۔**" وکل ماذکرنا مفصل فی الدر المختار و ردالمحتار والفتاوی الخیریہ وغیرھا من الکتب الفقھیۃ۔ (جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، وہ مفصل طور پر در مختار، ردالمحتار اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ کتب میں موجود ہے)"۔" (فتاوٰی رضویہ، ج 11، ص 196، رضا فاونڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے:"شوہر کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا انثیین نکال لیے گئے ہیں یا عنین (نامرد) ہے یا خنثیٰ ہے اور اس کا مرد ہونا ظاہر ہو چکا تو ان سب میں خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔ خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت کو طلاق دی تو مہر پورا واجب ہو گا، جبکہ نکاح بھی صحیح ہو۔۔۔۔۔ **خلوتِ صحیحہ کے یہ احکام بھی ہیں: طلاق دی تو عورت پر عدّت واجب**، بلکہ عدّت میں نان و نفقہ اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب ہے۔" (بہارِ شریعت، ج 02، ص 70، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کا 15 سال ایک دوسرے سے الگ رہنے کے بعد ایک ساتھ سفر کرنا

مجیب: عبدالرب شاکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1651

تاریخ اجراء: 27 شوال المکرم 1444ھ/18 مئی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں امریکہ میں رہتی ہوں، شادی کو 27 سال ہو چکے ہیں، کم و بیش 15 سال سے ہم میاں بیوی ایک ہی شہر، ایک ہی ایریا میں الگ الگ رہتے ہیں، میاں بیوی والے کوئی تعلقات نہیں، بات چیت ملنا جلنا ہوتا ہے، ہمارے درمیان طلاق وغیرہ نہیں ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ کیا میں ایسے شوہر کے ساتھ شرعی سفر کر سکتی ہوں یا عمرہ پر جا سکتی ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر واقعی شرعاً طلاق وغیرہ، جدائی والی کوئی صورت واقع نہیں ہوئی تو اگرچہ ایک دوسرے سے ناراضی ہے، لیکن شرعی طور پر تو میاں بیوی کا رشتہ موجود ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں شوہر کے ساتھ کسی بھی شرعی سفر میں جانے میں کوئی حرج نہیں، خواہ وہ عمرہ و حج کا سفر ہی کیوں نہ ہو۔

نوٹ: یہ یاد رہے کہ! بیوی، بلاوجہ شرعی شوہر کی رضا و اذن کے بغیر اس سے دور نہیں رہ سکتی، اور شوہر کے لیے بھی بیوی کی رضا و اذن کے بغیر، بلاوجہ شرعی چار مہینے تک بیوی سے اس طرح دور رہنا کہ میاں بیوی والے تعلقات نہ کرے، یہ جائز نہیں۔ یہ دوری دونوں میں سے جس کی طرف سے ہے، وہ جواب دہ ہے۔ لہذا صبر و تحمل، معافی تلافی اور عفو و درگزر وغیرہ کا مظاہرہ کر کے معاملات کو حل کرنا چاہیے۔ قرآن پاک میں میاں بیوی کی صلح کو بہتر اور خوب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَیْرٌ ؕ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح خوب ہے۔ (پ 05، سورۃ النساء، آیت 128)

عورت کو لٹکتا چھوڑ دینے کی ممانعت فرماتے ہوئے قرآن پاک میں فرمایا: ﴿فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر (درمیان) میں لٹکتی چھوڑ دو۔

(پ05، سورۃ النساء، آیت 129)

فتاویٰ رضویہ میں ہے"بالجملہ عورت کو نان و نفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب، جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو اور اسے معلقہ کر دینا حرام اور بے اس کے اذن و رضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز۔"(فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ446، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

تین طلاقیں ہونے کے باوجود ساتھ رہنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4879

تاریخ اجراء: 16 صفر المظفر 1438ھ/17 نومبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی مدخولہ زوجہ کو کئی بندوں کے سامنے تین طلاقیں دے دیں، وہ زوجہ کو تین طلاقیں دینے کا اقرار بھی کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ دونوں میاں بیوی بغیر حلالے کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہتے ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز باقی مسلمانوں کو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں بیان درست ہونے کی صورت میں شخص مذکور کی زوجہ پر تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور اب وہ عورت اس پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو چکی ہے اور بغیر حلالۂ شرعیہ کے اکٹھے رہنے کی کوئی صورت نہیں، اس کے باوجود ان دونوں کا بغیر حلالۂ شرعیہ کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہنا حرام اور ہم بستری کرنا زنا ہے، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کریں، اگر جدا نہ ہوں تو باقی تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ان کی غمی خوشی میں شریک ہونا اور ان کو اپنی غمی خوشی میں شریک کرنا اور ان سے میل جول رکھنا ختم کر دیں، جب تک کہ یہ توبہ کر کے جدا نہ ہو جائیں۔

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مذاق میں طلاق دینا

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-894

تاریخ اجراء: 13 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 13 جون 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر مذاق میں بیوی سے کہے میں نے تجھے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کا مُعاملہ ایسا ہے کہ مذاق میں دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حدیث مبارک ہے۔ "تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے (یعنی مذاق میں بھی وہی حکم ہے جو سنجیدگی میں ہے) نکاح، طلاق اور (طلاق کے بعد) رجوع کرنا"۔ (مشکوۃ، باب الخلع والطلاق، ص 284، مطبوعہ: کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کے محض دور رہنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

فتوی نمبر:WAT-122

تاریخ اجراء:26صفر المظفر1443ھ /04اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت سات ماہ تک یا اس سے کم و بیش عرصہ تک، اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اپنی ماں کے گھر رہے اور وہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، مگر شوہر طلاق نہ دے، پھر بعد میں شوہر کے پاس آجائے لیکن ان کے درمیان طلاق وغیرہ نہ ہوئی ہو تو پہلا نکاح ہی کافی ہے یا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کسی طرح ان کے درمیان طلاق نہیں ہوئی تو محض اتنا عرصہ دور رہنے سے طلاق نہیں ہوئی۔لہذا وہ دونوں دوبارہ نکاح کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں، پہلا نکاح ہی کافی ہے، دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

میں طلاق دے دوں گا کہنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-536

تاریخ اجراء: 08رجب المرجب1443ھ /10فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بھائی نے اپنی امی کو کال کر کے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ "میں اس کو طلاق دے دوں گا" اس صورت میں کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی صرف یہی الفاظ کہے تھے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق نہیں ہوئی کہ زید نے جو الفاظ کہے (طلاق دے دوں گا) وہ ارادہ طلاق پر مشتمل ہیں اور ارادہ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

"میں تمہیں چھوڑ دوں گا" کہنے سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

مجیب: مولانا شفیق صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:849

تاریخ اجراء: 04 محرم الحرام 1438ھ/06 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی سے لڑائی کے دوران یہ کہا کہ ''میں تمہیں چھوڑ دوں گا'' تو کیا یوں کہنے سے کوئی طلاق کا معاملہ تو نہیں ہوا، اس کے علاوہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا، رہنمائی فرمائیں؟

سائل : محمد فیصل (صدر کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر آپ نے واقعی یہی الفاظ کہے تھے کہ "میں تمہیں چھوڑ دوں گا" تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی کہ چھوڑ دوں گا یہ طلاق کا ارادہ ہے اور محض ارادے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لہذا آپ دونوں بدستور میاں بیوی ہی ہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سوتے میں طلاق دینے سے ہو جاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6090

تاریخ اجراء: 23صفر المظفر1438ھ/24نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص سوتے میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق ہو جائے گی یا نہیں ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوتے میں طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت اگر شوہر کو طلاق دے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1502

تاریخ اجراء: 24 شعبان المعظم 1444ھ/17مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت نے شوہر کو کہا کہ میں تمہیں طلاق طلاق طلاق دیتی ہوں، اس صورت میں کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بنیادی طور پر شریعت مطہرہ نے عورت کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ طلاق دے، ہاں اگر شوہر اسے طلاق دینے کا اختیار دے یا اس کی دی ہوئی طلاق کو نافذ کر دے تو طلاق ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ طلاق عورت پر ہی واقع کی جائے، مرد پر طلاق واقع کی جائے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی، خواہ مرد نے اسے طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا تھا یا اس کے طلاق واقع کرنے کے بعد مرد نے اسے جائز کیا کیونکہ مرد طلاق کا محل نہیں ہے کہ اسے طلاق واقع ہو۔ لہذا اگر عورت شوہر کو طلاق دے، تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

تبیین الحقائق میں ہے" الزوج إذا طلق نفسه أو طلقته هي لا تطلق المرأة لعدم إضافته إلى المحل"

ترجمہ: شوہر اپنے آپ کو طلاق دے یا عورت شوہر کو طلاق دے تو محل کی طرف اضافت نہ ہونے کی بناء پر عورت کو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، ج2، ص208، المطبعة الكبرى الأميرية، القاهرة)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جسے جماع پر قدرت نہ ہو اس کے لیے طلاق کا حکم

مجیب: ابو الحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1644

تاریخ اجراء: 25 شوال المکرم 1444ھ/16 مئی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں، بیوی کے ساتھ جماع کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، سات آٹھ سال ہو گئے ہیں، علاج بھی بہت کروایا ہے، اب چاہتا ہوں کہ میں بیوی کو طلاق دے دوں تاکہ وہ گناہ میں نہ پڑے، کیا میں اسے طلاق دے سکتا ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر پر وقفہ وقفہ سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا واجب ہے، بغیر اس کی مرضی کے چار مہینے تک بلا عذر صحیح شرعی اس سے جماع نہ کرنا جائز نہیں۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر واقعی آپ جماع پر قدرت نہیں رکھتے، اور اتنے علاج کے باوجود بھی قدرت نہیں آئی، اور اس بنا پر عورت کا حق ضائع ہوتا ہے، تو اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو، تو آپ پر طلاق دینا واجب ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "بالجملہ عورت کو نان و نفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلقہ کر دینا حرام، اور بے اس کے اذن و رضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز۔" (فتاوی رضویہ، ج13، ص446، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے، مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے، یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کروا دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں، اور اس کے ازالے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی، کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔" (بہار شریعت، ج02، ص110، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کو غصے میں آزاد کے الفاظ کہنا

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-611

تاریخ اجراء: 01شعبان المعظم 1443ھ/05مارچ 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید نے حالت غصہ میں اپنی بیوی سے بلانیت طلاق محض ڈرانے اور تنبیہ کرنے کی غرض سے اس کو ایک سے زائد بار یہ الفاظ کہہ دیے کہ تو میری طرف سے آزاد ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکور الفاظ ''تو میری طرف سے آزاد ہے''ان الفاظ کنایہ میں سے ہے کہ جو جواب میں متعین ہیں اور مذاکرہ طلاق اور غصہ کی حالت میں ان الفاظ سے بغیر نیت ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔البتہ متعدد بار بولنے کے باوجود ان سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے کہ طلاق بائن کے بعد مزید بائن طلاق کے الفاظ ہوں اور انہیں پہلی طلاق کی خبر بنانا ممکن ہو تو انہیں پہلی طلاق کی خبر قرار دیں گے اور ان سے مزید طلاق واقع نہیں ہو گی۔اس تفصیل کے مطابق صورت مسئولہ میں بھی اگر زید نے یہ الفاظ غضب وغصہ کی حالت میں کہے ہیں تو ان سے ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور عورت اس کے نکاح سے نکل چکی ہے، وہ عدت مکمل کر کے کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے البتہ اگر زید نے اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہیں دی ہیں تو دوبارہ زید کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے اور زید سے دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں عدت مکمل کرنا بھی ضروری نہیں۔

نوٹ: یاد رہے کہ زید سے نکاح کرنے کی صورت میں زید کے پاس بقیہ زندگی میں صرف دو طلاقوں کا اختیار باقی ہو گا کہ ایک طلاق وہ دے چکا ہے لہٰذا پھر کبھی اس نے مزید دو طلاقیں دیں تو عورت بحرمت مغلظہ اس پر حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ شرعیہ نکاح جائز نہیں ہو گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

شوہر نے ایک طلاق دی تو کچھ دنوں بعد دوسری طلاق خود بخود ہو جائے گی؟

مجیب: ابو مصطفی محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-721

تاریخ اجراء: 23 ربیع الثانی 1444ھ/19 نومبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر نے اگر ایک طلاق دے دی، تو اب دوسری طلاق کتنی مدت کے بعد از خود واقع ہو گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

طلاق شوہر کے دینے سے واقع ہوتی ہے، جتنی دے گا اتنی ہی رہیں گی چاہے کتنا ہی عرصہ گزر جائے، خاص مدت کے گزرنے سے خود بخود کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی روٹی الگ پکاؤ، مجھ سے دور ہوجاؤ کیا یہ الفاظ کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Sar:5243

تاریخ اجراء: 16صفرالمظفر1438ھ/17نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری زوجہ سے لڑائی ہوئی میں نے غصے میں اپنی زوجہ کو کہا کہ تم اپنی روٹی پکاؤ میری نہ پکاؤ میں اپنا انتظام خود ہی کرلوں گا تم مجھ سے دور ہو جاؤ اور میں اس بات پر قسم کھاتا ہوں کہ میری طلاق کی نیت نہیں تھی اور نہ ہی ہمارے درمیان یہ الفاظ کہنے سے پہلے اور بعد میں کوئی طلاق کی گفتگو ہوئی تھی، تو میرے اس طرح کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

سائل: محمد حسنین (فیصل آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی ایسا ہی ہے جیسا سائل نے بیان کیا ہے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یا خلع لئے بغیر عورت کا کسی اور سے نکاح کرنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1208

تاریخ اجراء: 19 جمادی الثانی 1445ھ / 02 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت کا نکاح ہوا اور وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئی، لیکن ان دونوں کے درمیان میاں بیوی والے تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے اور کچھ دن بعد وہ واپس اپنے میکے آگئی، چار سال بعد اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا جبکہ پہلے شوہر سے ابھی تک طلاق نہیں ہوئی، کیا یہ دوسرا نکاح ٹھیک ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب تک شوہر طلاق یا خلع نہ دے بیوی اس کے نکاح میں ہی رہے گی اور جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے کہیں اور نکاح کرنا حرام و سخت گناہ ہے، ایسا ہرگز نکاح نہیں ہو گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ" یعنی کسی مرد کے لئے دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی هندیه، جلد1، صفحه 280، مطبوعه: پشاور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ اگر دوسرے کی عدت میں ہو جب بھی نہیں ہو سکتا۔" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ 33، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے کیا حکم ہے؟

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2165

تاریخ اجراء: 23 ربیع الثانی 1445ھ / 08 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں کہے کہ "میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، میری دوسری شادی کروادو"۔ تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہی رہتا ہے اور بیوی سے کہتا ہے کہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا کسی سے یہ کہنا کہ "میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں" درحقیقت طلاق کا اقرار ہے، اور طلاق کے اقرار سے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ طلاق کا اقرار اگرچہ جھوٹا ہو، اُس سے قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں بھی یہ کہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں تو اس سے عورت کو قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے سے بھی قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے: "ولو أقر بالطلاق کاذبا أو هازلا وقع قضاءً" ترجمہ: اور اگر جھوٹ میں یا مذاق میں طلاق کا اقرار کیا تو قضاء طلاق واقع ہو جائے گی۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 4، کتاب الطلاق، صفحہ 428، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

طلاق یافتہ، اور بیوہ عورت کی عدت کتنی ہے؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12236

تاریخ اجراء: 25 جمادی الثانی 1438ھ/25 مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1) طلاق یافتہ عورت کی عدت کتنی ہوتی ہے؟

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کتنی ہے؟

سائل: صغیر عطاری (صدر، کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نکاحِ صحیح کے بعد ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ ہو تو مختلف عورتوں کی عدت مختلف ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اگر عورت حیض والی ہے تو اس کی عدت تین مکمل حیض ہے۔

اگر کم عمری یا بڑی عمر (یعنی پچپن برس عمر) کی وجہ سے حیض نہیں آتا یا عمر کے حساب سے بالغہ ہوئی اور ابھی تک حیض نہیں آیا تو عدت تین مہینے ہے۔ اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو طلاق ہوئی تو تین مہینے عدت ہے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے، اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ طلاق ہوئی تو 90 دن عدت ہو گی۔

اگر حاملہ ہے تو عدت بچہ جننے تک ہے اگرچہ طلاق کے کچھ دیر بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

یاد رہے اگر فقط نکاح ہوا ہو اور ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی تو طلاق یافتہ کی کوئی عدت نہیں۔

(2) جس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، موت کی عدت کے لیے فقط نکاحِ صحیح ہونا کافی ہے دخول ہوا ہو یہ نہ ہوا ہو، عورت بالغہ ہو یا نابالغہ بہر صورت اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ ہاں اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو انتقال ہو تو چار مہینے اور دس دن عدت ہے مہینے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے۔ اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ انتقال ہو تو عدت مکمل 130 دن ہو گی۔

اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ جننے تک ہے۔

نوٹ: عدت کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لیے بہار شریعت حصہ 8 سے "عدت کا بیان" ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو اب بچے کس کے پاس رہیں گے؟

مجیب: مولانا سعید صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: kan:11967

تاریخ اجراء: 11 محرم الحرام 1438ھ/13 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں مسمی محمد حنیف ولد امیر دین، میں نے اپنی بیوی کو 6 ماہ پہلے طلاق دیدی ہے۔ میرے دو بچے ہیں، ایک بیٹا جس کی عمر 12 سال ہے اور ایک بیٹی جس کی عمر 10 سال ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ بچے کس کے پاس رہیں گے؟ ابھی بچے ماں کے پاس ہیں اور میں بچے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔

سائل: محمد حنیف

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بچے آپ کے ساتھ ہی رہیں گے کیونکہ بچہ سات سال اور بچی نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہتی ہے اس کے بعد بچہ بالغ ہونے تک اور بچی جب تک کنواری ہو باپ کی پرورش میں رہتی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جہیز کے سامان کا حکم

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ میری عزیزہ کو طلاق ہوئی۔اس کے پاس دوطرح کا سامان تھا۔ ایک وہ سامان (فرنیچر، کپڑے، زیورات وغیرہ) جواس کے والدین نے دیااور دوسرا وہ سامان (کپڑے، زیورات وغیرہ) جو شوہر اوراس کے والدین نے دیا۔ شرعی رہنمائی فرمائیں! اس صورت میں کونسا سامان عورت کا ہےاور کونسا شوہر کا ہے؟

سائل : غلام دستگیر (خانقاہ چوک، مرکزالاولیالاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو جو سامان میکے کی طرف سے بطورِ جہیز ملا وہ عورت ہی کی مِلْکِیَّت ہے۔اس میں کسی اور کا حق نہیں۔

شوہر یااس کے گھر والوں کی طرف سے جو سامان اور زیورات وغیرہ عورت کو دیئے جاتے ہیں اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(1)شوہر یااس کے گھر والوں نے صراحتاً (واضح طورپر) عورت کو سامان اور زیورات دیتے وقت مالک بناتے ہوئے قبضہ دیا تھا۔ (2)شوہر یااس کے گھر والوں نے صراحتاً عورت کو سامان اور زیورات عاریتاً(یعنی عارضی استعمال کیلئے) دیئے تھے۔(3)شوہر یااس کے گھر والوں نے دیتے وقت کچھ بھی نہیں کہا۔ پہلی صورت میں عورت سامان اور زیورات کے ہِبہ (Gift) کیے جانے کی وجہ سے مالکہ ہے،اسی کو یہ سب دیا جائے گا۔ دوسری صورت میں جس نے دیا وہی مالک ہے۔ وہ واپس لے سکتا ہے اور تیسری صورت میں شوہر کے خاندان کا رواج دیکھا جائے گا۔ اگر وہ عورت کو ان اشیاء کا مالک بناتے ہیں تو عورت کو دیا جائے گا ورنہ وہ حقدار نہیں اس سے واپس لیا جا سکتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

خلع میں حق مہر سے زائد مال لینا کیسا؟

مجیب: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رمضان المبارک 1441ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ زید کی بیوی ہندہ بلااجازتِ شرعی زید سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے زید چاہتا ہے کہ ہندہ کو خلع دینے کے بدلے شادی میں کئے گئے خرچ کو ہندہ سے لے، زید کا یہ لینا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ خرچ اس کو دیئے ہوئے حق مہر سے زائد ہے اور زید کی طرف سے ہندہ پر زیادتی نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی اصطلاح میں خلع یہ ہے کہ شوہر اپنی مرضی سے مہر یا دیگر مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کردے، اس میں عورت کا قبول کرنا بھی شرط ہے، اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اُس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

لہٰذا اگر سائل اپنے قول میں سچا ہے تو زید نے جتنا حق مہر میں مال دیا ہے اتنا مال لے سکتا ہے اس سے زائد لینا مکروہ ہے البتہ اگر زائد لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بلاوجہِ شرعی عورت کا شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کے بعد بچی کس کے پاس رہے گی؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12150

تاریخ اجراء: 29ربیع الثانی1438ھ/28جنوری2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی چھ سال پہلے ہوئی، میری تین سال کی ایک بیٹی ہے۔ ہم میاں بیوی میں جھگڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے ہماری بن نہیں پا رہی ہے، مجھے پوچھنا یہ ہے کہ اگر میں ان کو طلاق دے دیتا ہوں تو جدائی کے بعد مندرجہ ذیل معاملات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(1)میری بیٹی کس کے پاس رہے گی؟

(2)اگر بچی کی ماں کہیں اور شادی کر لیتی ہے تو اب بچی کس کے پاس رہے گی؟

(3)اگر بچی اپنی ماں کی پرورش میں ہو تو کیا وہ لوگ مجھے بچی سے ملنے سے روک سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1)نو سال کی عمر تک بچی اپنی والدہ کے پاس رہے گی، اور اس دوران بچی کے اخراجات آپ پر لازم ہوں گے۔ نو سال کے بعد اس کی شادی تک آپ کے پاس رہے گی۔

(2)اگر بچی کی ماں ایسے شخص سے شادی کر لیتی ہے جو بچی کا اجنبی یعنی نامحرم ہے تو اب اسے حقِ پرورش نہ ہو گا بلکہ بچی کی نانی کو حق حاصل ہو گا، وہ نہ ہو تو نانی کی ماں، وہ نہ ہو تو بچی کی دادی، دادی نہ ہو تو پردادی۔ یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ دار عورتوں کو حق حاصل ہو گا۔ جن کا تفصیلی بیان بہار شریعت میں صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ماں اگر نہ ہو یا پرورش کی اہل نہ ہو یا انکار کر دیا یا اجنبی سے نکاح کیا تو اب حقِ پرورش نانی کے لیے ہے، یہ بھی نہ ہو تو نانی کی ماں، اس کے بعد دادی، پردادی بشرائط مذکورہ بالا پھر حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر سوتیلی بہن پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر اخیافی بہن کی بیٹی پھر خالہ یعنی ماں کی حقیقی بہن پھر اخیافی پھر سوتیلی پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر حقیقی بھتیجی پھر اخیافی بھائی کی بیٹی پھر سوتیلے بھائی کی بیٹی پھر اسی ترتیب سے پھوپیاں پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ پھر ماں کی پھوپیاں پھر باپ کی پھوپیاں اور ان سب میں وہی ترتیب ملحوظ ہے کہ حقیقی پھر اخیافی پھر سوتیلی۔ اور اگر کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو یا ہو مگر اسکا حق ساقط ہو تو عصبات بہ ترتیبِ ارث یعنی باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا پھر بھتیجے پھر چچا پھر اس کے بیٹے مگر لڑکی کو چچازاد بھائی کی پرورش میں نہ دیں خصوصاً جبکہ مشتہاۃ ہوا ور اگر عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی پرورش میں دیں مثلاً اخیافی بھائی پھر اُس کا بیٹا پھر ماں کا چچا پھر حقیقی ماموں۔ چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کو لڑکے کی پرورش کا حق نہیں۔''

(بہار شریعت، جلد2، حصہ 8، صفحہ 254، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(3)پرورش کے دوران یا بعد میں اگر ماں یا باپ بچی کو ملنا اور دیکھنا چاہیں تو ملنے اور دیکھنے سے کوئی منع نہیں کر سکتا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-534

تاریخ اجراء:08ربیع الاول1444ھ/05اکتوبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کی قسم کھانا یا کسی سے طلاق کی قسم لینا شرعاً ناپسندیدہ فعل ہے اسے نفاق کی علامت میں بھی شمار کیا گیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جامع صغیر میں اور امام علاء الدین علی المتقی الھندی رحمۃ اللہ علیہ کنز العمال میں ابنِ عساکر سے حدیث پاک بیان کرتے ہیں: ”ما حلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الا منافق“یعنی مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔(کنز العمال، حدیث46340، جلد16، صفحہ689، بیروت)

جد الممتار میں ہے: ”ان الحلف بالطلاق عد فی الحدیث من خصائل النفاق فاذن یترجح قول من کرہ“یعنی حدیث پاک میں طلاق کی قسم اٹھانے کو خصائلِ نفاق سے شمار کیا ہے، تب اسی کا قول راجح ہوگا، جس نے اسے مکروہ قرار دیا۔(جد الممتار، جلد5، صفحہ122، مطبوعہ: بیروت)

امام اہلسنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک واعظ کے متعلق سوال ہوا کہ جس نے طلاق کی قسم کھائی تھی اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: ”واعظ کو نہ چاہئے کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعاً ناپسندیدہ ہے۔“(فتاویٰ رضویہ، جلد13، صفحہ198، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کے بعد سسر محرم رہے گا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2137

تاریخ اجراء: 15 ربیع الثانی 1445ھ / 31 اکتوبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کی طلاق کے بعد اس کا سابقہ سسر اس کے لیے محرم رہے گا یا نہیں؟ کیا عورت کے انتقال کے بعد وہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

طلاق کے بعد بھی عورت کا سسر اس کے لیے محرم ہی رہے گا کہ نکاح کرتے ہی عورت پر اپنے خاوند کا حقیقی والد یعنی سسر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتا ہے لہذا اگر فتنے وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو وہ اپنی سابقہ بہو کے انتقال کے بعد اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَ حَلَآئِلُ اَبۡنَآئِکُمُ الَّذِیۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِکُمۡ﴾ ترجمہ: اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیاں (تم پر حرام ہیں)۔ (سورۃ النساء، پ04، آیت 23)

ردالمحتار میں ہے "تحرم زوجۃ الاصل والفرع بمجرد العقد دخل بھا أولا" ترجمہ: اپنی اصل اور اپنی فرع کی بیوی محض عقد سے ہی حرام ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج04، ص111، کوئٹہ)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا والد کے ہوتے ہوئے ماموں کو حق پرورش حاصل ہوتا ہے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:983

تاریخ اجراء: 05جمادی الثانی1438ھ/05مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض معاملات کی وجہ سے میں نے تقریبا سولہ سال پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، اس وقت میری سب اولاد چار سال یا اس سے کم ہی تھی، میری بیوی اولاد کو لے کر اپنے میکے (لاہور) میں رہنا شروع ہوگئی اور کچھ عرصے بعد اس کا انتقال ہو گیا اور بچوں کی ساری دیکھ بھال بچوں کے ماموں کرتے رہے، اب مجھے کسی نے بتایا ہے کہ لڑکا سات سال کی عمر میں اور لڑکی نو سال کی عمر میں پہنچ جائے تو والد پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے پاس رکھے اور ان کی تربیت کرے۔ میں انہیں لینے کے لیے گیا تو ان کے ماموں واپس کرنے سے منع کر رہے ہیں اور میرے بچے (بیٹا 20، اور بیٹیاں 17,18 سال کی ہیں) بھی ساتھ آنے پر راضی نہیں ہیں، اب میرے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟ نیز کیا ان کی شادیوں کی ذمہ داری مجھ پر ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ آپ بچوں کے ماموں سے بچے لے کر اپنی کفالت میں رکھیں اور ان کی اچھی تربیت کریں کیونکہ ماں کی وفات کے بعد نانی کے پاس پرورش پانے کی مدت بہت پہلے پوری ہو چکی ہے۔ اور بالغ ہونے کے بعد اگرچہ بیٹے کو الگ رہنے کی اجازت مل جاتی ہے مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ بیٹا ایسا سمجھدار ہو گیا ہو کہ اب بدنامی یا فتنے کا خوف اور تادیب کی حاجت نہ ہو مگر ہمارے زمانے میں عموما بیس سال کا لڑکا اتنا سمجھدار نہیں ہوتا اور اسے تادیب کی حاجت ہوتی ہے یا بدنامی وغیرہ کا خوف ہوتا ہے، نیز اکثر صحبتیں بھی اخلاق کو برباد کرنے والی ہیں، اس لیے بیٹا بھی آپ کے ساتھ ہی رہے گا اور بیٹیاں مطلقا جب تک ان کی شادی نہیں ہو جاتی، آپ کے ساتھ رہیں گی، انہیں حکم شریعت بتائیں اور سمجھائیں، اگر وہ نہیں مانتے تو آپ کے نافرمان اور گنہگار ہوں گے، البتہ اگر بیٹا واقعی میں ایسا ہے کہ اب نہ تو بدنامی یا فتنے کا خوف ہے اور نہ تادیب کی ضرورت ہے تو بیٹا اپنے ماموں کے پاس رہ سکتا ہے اور آپ بیٹے کو اپنے پاس رہنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ ماموں کو باپ کے ہوتے ہوئے بچے اپنے پاس رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے نیز بیٹیوں کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہہ کر وہیں رکی رہیں کہ ہم بھائی کے ساتھ رہ رہی ہیں کیونکہ والد کے ہوتے ہوئے بھائی کے پاس رہنا بھی درست نہیں، نیز بچوں کی شادی کی ذمہ داری بھی آپ پر ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تین طلاقیں ہونے کے باوجود ساتھ رہنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4879

تاریخ اجراء: 16 صفر المظفر 1438ھ/17 نومبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی مدخولہ زوجہ کو کئی بندوں کے سامنے تین طلاقیں دے دیں، وہ زوجہ کو تین طلاقیں دینے کا اقرار بھی کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ دونوں میاں بیوی بغیر حلالے کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہتے ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز باقی مسلمانوں کو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں بیان درست ہونے کی صورت میں شخص مذکور کی زوجہ پر تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور اب وہ عورت اس پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو چکی ہے اور بغیر حلالۂ شرعیہ کے اکٹھے رہنے کی کوئی صورت نہیں، اس کے باوجود ان دونوں کا بغیر حلالۂ شرعیہ کے میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہنا حرام اور ہم بستری کرنا زنا ہے، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں، اگر جدا نہ ہوں تو باقی تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ان کی غمی خوشی میں شریک ہونا اور ان کو اپنی غمی خوشی میں شریک کرنا اور ان سے میل جول رکھنا ختم کر دیں، جب تک کہ یہ توبہ کر کے جدا نہ ہو جائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مذاق میں طلاق دینا

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-894

تاریخ اجراء: 13 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 13 جون 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر مذاق میں بیوی سے کہے میں نے تجھے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کا مُعاملہ ایسا ہے کہ مذاق میں دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حدیث مبارک ہے۔ "تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے (یعنی مذاق میں بھی وہی حکم ہے جو سنجیدگی میں ہے) نکاح، طلاق اور (طلاق کے بعد) رجوع کرنا"۔ (مشکوۃ، باب الخلع والطلاق، ص 284، مطبوعہ: کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کے محض دور رہنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

فتوی نمبر: WAT-122

تاریخ اجراء: 26صفر المظفر1443ھ /04اکتوبر2021ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت سات ماہ تک یا اس سے کم و بیش عرصہ تک، اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اپنی ماں کے گھر رہے اور وہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، مگر شوہر طلاق نہ دے، پھر بعد میں شوہر کے پاس آجائے لیکن ان کے درمیان طلاق وغیرہ نہ ہوئی ہو تو پہلا نکاح ہی کافی ہے یا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر کسی طرح ان کے درمیان طلاق نہیں ہوئی تو محض اتنا عرصہ دور رہنے سے طلاق نہیں ہوئی۔ لہذا وہ دونوں دوبارہ نکاح کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں، پہلا نکاح ہی کافی ہے، دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میں طلاق دے دوں گا کہنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-536

تاریخ اجراء: 08 رجب المرجب 1443ھ /10 فروری 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک اسلامی بھائی نے اپنی امی کو کال کر کے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ "میں اس کو طلاق دے دوں گا" اس صورت میں کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی صرف یہی الفاظ کہے تھے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق نہیں ہوئی کہ زید نے جو الفاظ کہے (طلاق دے دوں گا) وہ ارادہ طلاق پر مشتمل ہیں اور ارادہ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

"میں تمہیں چھوڑدوں گا" کہنے سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

مجیب: مولانا شفیق صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:849

تاریخ اجراء: 04 محرم الحرام 1438ھ/06 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی سے لڑائی کے دوران یہ کہا کہ ''میں تمہیں چھوڑ دوں گا''، تو کیا یوں کہنے سے کوئی طلاق کا معاملہ تو نہیں ہوا، اس کے علاوہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا، رہنمائی فرمائیں؟

سائل: محمد فیصل (صدر کراچی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر آپ نے واقعی یہی الفاظ کہے تھے کہ "میں تمہیں چھوڑ دوں گا" تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی کہ چھوڑ دوں گا یہ طلاق کا ارادہ ہے اور محض ارادے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لہذا آپ دونوں بدستور میاں بیوی ہی ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کیا سوتے میں طلاق دینے سے ہوجاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6090

تاریخ اجراء: 23صفرالمظفر1438ھ/24نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگرکوئی شخص سوتے میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق ہو جائے گی یا نہیں ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوتے میں طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت اگر شوہر کو طلاق دے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1502

تاریخ اجراء: 24 شعبان المعظم 1444ھ/17 مارچ 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت نے شوہر کو کہا کہ میں تمہیں طلاق طلاق طلاق دیتی ہوں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بنیادی طور پر شریعت مطہرہ نے عورت کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ طلاق دے، ہاں اگر شوہر اسے طلاق دینے کا اختیار دے یا اس کی دی ہوئی طلاق کو نافذ کر دے تو طلاق ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ طلاق عورت پر ہی واقع کی جائے، مرد پر طلاق واقع کی جائے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی، خواہ مرد نے اسے طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا تھا یا اس کے طلاق واقع کرنے کے بعد مرد نے اسے جائز کیا کیونکہ مرد طلاق کا محل نہیں ہے کہ اسے طلاق واقع ہو۔ لہذا اگر عورت شوہر کو طلاق دے، تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تبیین الحقائق میں ہے "الزوج إذا طلق نفسه أو طلقته هي لا تطلق المرأة لعدم إضافته إلى المحل"

ترجمہ: شوہر اپنے آپ کو طلاق دے یا عورت شوہر کو طلاق دے تو محل کی طرف اضافت نہ ہونے کی بناء پر عورت کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، ج 2، ص 208، المطبعة الكبرى الأميرية، القاهرة)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

جسے جماع پر قدرت نہ ہو اس کے لیے طلاق کا حکم

مجیب: ابوالحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1644

تاریخ اجراء: 25 شوال المکرم 1444ھ/16 مئی 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میں، بیوی کے ساتھ جماع کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، سات آٹھ سال ہو گئے ہیں، علاج بھی بہت کروایا ہے، اب چاہتا ہوں کہ میں بیوی کو طلاق دے دوں تاکہ وہ گناہ میں نہ پڑے، کیا میں اسے طلاق دے سکتا ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر پر وقفہ وقفہ سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا واجب ہے، بغیر اس کی مرضی کے چار مہینے تک بلا عذر صحیح شرعی اس سے جماع نہ کرنا جائز نہیں۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر واقعی آپ جماع پر قدرت نہیں رکھتے، اور اتنے علاج کے باوجود بھی قدرت نہیں آئی، اور اس بنا پر عورت کا حق ضائع ہوتا ہے، تو اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو، تو آپ پر طلاق دینا واجب ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلقہ کر دینا حرام، اور بے اس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز۔" (فتاوی رضویہ، ج13، ص446، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے، مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے، یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کروادیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں، اور اس کے ازالے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی، کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔" (بہار شریعت، ج02، ص110، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کو غصے میں آزاد کے الفاظ کہنا

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-611

تاریخ اجراء: 01شعبان المعظم1443ھ/05مارچ2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید نے حالت غصہ میں اپنی بیوی سے بلانیت طلاق محض ڈرانے اور تنبیہ کرنے کی غرض سے اس کو ایک سے زائد بار یہ الفاظ کہہ دیے کہ تو میری طرف سے آزاد ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکور الفاظ ''تو میری طرف سے آزاد ہے'' ان الفاظ کنایہ میں سے ہے کہ جو جواب میں متعین ہیں اور مذاکرہ طلاق اور غصہ کی حالت میں ان الفاظ سے بغیر نیت ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔ البتہ متعدد بار بولنے کے باوجود ان سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے کہ طلاق بائن کے بعد مزید بائن طلاق کے الفاظ ہوں اور انہیں پہلی طلاق کی خبر بنانا ممکن ہو تو انہیں پہلی طلاق کی خبر قرار دیں گے اور ان سے مزید طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس تفصیل کے مطابق صورت مسئولہ میں بھی اگر زید نے یہ الفاظ غضب و غصہ کی حالت میں کہے ہیں تو ان سے ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور عورت اس کے نکاح سے نکل چکی ہے، وہ عدت مکمل کر کے کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے البتہ اگر زید نے اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہیں دی ہیں تو دوبارہ زید کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے اور زید سے دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں عدت مکمل کرنا بھی ضروری نہیں۔

نوٹ: یاد رہے کہ زید سے نکاح کرنے کی صورت میں زید کے پاس بقیہ زندگی میں صرف دو طلاقوں کا اختیار باقی ہوگا کہ ایک طلاق وہ دے چکا ہے لہٰذا پھر کبھی اس نے مزید دو طلاقیں دیں تو عورت بحرمت مغلظہ اس پر حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ شرعیہ نکاح جائز نہیں ہوگا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر نے ایک طلاق دی تو کچھ دنوں بعد دوسری طلاق خود بخود ہو جائے گی؟

مجیب: ابو مصطفی محمد ماجد رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-721

تاریخ اجراء: 23ربیع الثانی 1444ھ/19نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شوہر نے اگر ایک طلاق دے دی، تو اب دوسری طلاق کتنی مدت کے بعد از خود واقع ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق شوہر کے دینے سے واقع ہوتی ہے، جتنی دے گا اتنی ہی رہیں گی چاہے کتنا ہی عرصہ گزر جائے، خاص مدت کے گزرنے سے خود بخود کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی روٹی الگ پکاؤ، مجھ سے دور ہو جاؤ کیا یہ الفاظ کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Sar:5243

تاریخ اجراء: 16صفر المظفر1438ھ/17نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری زوجہ سے لڑائی ہوئی میں نے غصے میں اپنی زوجہ کو کہا کہ تم اپنی روٹی پکاؤ میری نہ پکاؤ میں اپنا انتظام خود ہی کرلوں گا تم مجھ سے دور ہو جاؤ اور میں اس بات پر قسم کھاتا ہوں کہ میری طلاق کی نیت نہیں تھی اور نہ ہی ہمارے درمیان یہ الفاظ کہنے سے پہلے اور بعد میں کوئی طلاق کی گفتگو ہوئی تھی، تو میرے اس طرح کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

سائل: محمد حسنین (فیصل آباد)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی ایسا ہی ہے جیسا سائل نے بیان کیا ہے تو صورت مسئولہ میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یا خلع لئے بغیر عورت کا کسی اور سے نکاح کرنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1208

تاریخ اجراء: 19 جمادی الثانی 1445ھ / 02 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت کا نکاح ہوا اور وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئی، لیکن ان دونوں کے درمیان میاں بیوی والے تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے اور کچھ دن بعد وہ واپس اپنے میکے آگئی، چار سال بعد اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا جبکہ پہلے شوہر سے ابھی تک طلاق نہیں ہوئی، کیا یہ دوسرا نکاح ٹھیک ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جب تک شوہر طلاق یا خلع نہ دے بیوی اس کے نکاح میں ہی رہے گی اور جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے کہیں اور نکاح کرنا حرام و سخت گناہ ہے، ایسا ہر گز نکاح نہیں ہو گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ" یعنی کسی مرد کے لئے دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی ھندیه، جلد1، صفحه 280، مطبوعه: پشاور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ اگر دوسرے کی عدت میں ہو جب بھی نہیں ہو سکتا۔" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحه 33، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے کیا حکم ہے؟

مجیب: ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2165

تاریخ اجراء: 23 ربیع الثانی 1445ھ /08 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں کہے کہ "میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، میری دوسری شادی کروادو"۔ تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہی رہتا ہے اور بیوی سے کہتا ہے کہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا کسی سے یہ کہنا کہ "میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں" درحقیقت طلاق کا اقرار ہے، اور طلاق کے اقرار سے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ طلاق کا اقرار اگرچہ جھوٹا ہو، اُس سے قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر شوہر کسی سے جھوٹ میں بھی یہ کہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں تو اس سے عورت کو قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے سے بھی قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے:" ولو أقر بالطلاق کاذبا أو ھازلا وقع قضاءً "ترجمہ: اور اگر جھوٹ میں یا مذاق میں طلاق کا اقرار کیا تو قضاء طلاق واقع ہو جائے گی۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد4، کتاب الطلاق، صفحہ 428، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق یافتہ، اوربیوہ عورت کی عدت کتنی ہے؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12236

تاریخ اجراء: 25جمادی الثانی1438ھ/25مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1)طلاق یافتہ عورت کی عدت کتنی ہوتی ہے؟

(2)جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کتنی ہے؟

سائل: صغیر عطاری(صدر، کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1)نکاحِ صحیح کے بعد ہمبستری یاخلوتِ صحیحہ ہو تو مختلف عورتوں کی عدت مختلف ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اگرعورت حیض والی ہے تواس کی عدت تین مکمل حیض ہے۔

اگرکمرعمری یابڑی عمر(یعنی پچپن برس عمر)کی وجہ سے حیض نہیں آتایاعمر کے حساب سے بالغہ ہوئی اور ابھی تک حیض نہیں آیاتوعدت تین مہینے ہے۔اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو طلاق ہوئی تو تین مہینے عدت ہے خواہ تیس کے ہوں یاانتیس کے،اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ طلاق ہوئی تو90دن عدت ہو گی۔

اگرحاملہ ہے توعدت بچہ جننے تک ہے اگرچہ طلاق کے کچھ دیر بعد ہی بچہ پیداہو جائے۔

یادرہے اگرفقط نکاح ہواہواور ہمبستری یاخلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی تو طلاق یافتہ کی کوئی عدت نہیں۔

(2)جس کا شوہر فوت ہو جائے تواس کی عدت چار ماہ دس دن ہے،موت کی عدت کے لیے فقط نکاحِ صحیح ہوناکافی ہے دخول ہواہو یہ نہ ہواہو،عورت بالغہ ہو یانابالغہ بہر صورت اس کی عدت چارماہ دس دن ہے۔ہاں اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کوانتقال ہو تو چار مہینے اور دس دن عدت ہے مہینے خواہ تیس کے ہوں یاانتیس کے۔اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ انتقال ہو توعدت مکمل130دن ہو گی۔

اور اگرعورت حاملہ ہے تواس کی عدت بچہ جننے تک ہے۔

نوٹ:عدت کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لیے بہار شریعت حصہ 8سے ''عدت کا بیان'' ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو اب بچے کس کے پاس رہیں گے؟

مجیب: مولانا سعید صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: kan:11967

تاریخ اجراء: 11 محرم الحرام 1438ھ/13 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں مسمی محمد حنیف ولد امیر دین، میں نے اپنی بیوی کو 6 ماہ پہلے طلاق دیدی ہے۔ میرے دو بچے ہیں، ایک بیٹا جس کی عمر 12 سال ہے اور ایک بیٹی جس کی عمر 10 سال ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ بچے کس کے پاس رہیں گے ؟ ابھی بچے ماں کے پاس ہیں اور میں بچے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔

سائل: محمد حنیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بچے آپ کے ساتھ ہی رہیں گے کیونکہ بچہ سات سال اور بچی نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہتی ہے اس کے بعد بچہ بالغ ہونے تک اور بچی جب تک کنواری ہو باپ کی پرورش میں رہتی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جہیز کے سامان کا حکم

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ میری عزیزہ کو طلاق ہوئی۔اس کے پاس دو طرح کا سامان تھا۔ ایک وہ سامان (فرنیچر، کپڑے، زیورات وغیرہ) جو اس کے والدین نے دیا اور دوسرا وہ سامان (کپڑے، زیورات وغیرہ) جو شوہر اور اس کے والدین نے دیا۔ شرعی رہنمائی فرمائیں! اس صورت میں کونسا سامان عورت کا ہے اور کونسا شوہر کا ہے؟

سائل: غلام دستگیر (خانقاہ چوک، مرکز الاولیا لاہور)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو جو سامان میکے کی طرف سے بطورِ جہیز ملا وہ عورت ہی کی مِلْکِیَّت ہے۔اس میں کسی اور کا حق نہیں۔

شوہر یا اس کے گھر والوں کی طرف سے جو سامان اور زیورات وغیرہ عورت کو دیئے جاتے ہیں اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(1) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً (واضح طور پر) عورت کو سامان اور زیورات دیتے وقت مالک بناتے ہوئے قبضہ دیا تھا۔ (2) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً عورت کو سامان اور زیورات عاریتاً (یعنی عارضی استعمال کیلئے) دیئے تھے۔ (3) شوہر یا اس کے گھر والوں نے دیتے وقت کچھ بھی نہیں کہا۔ پہلی صورت میں عورت سامان اور زیورات کے ہِبہ (Gift) کیے جانے کی وجہ سے مالکہ ہے، اسی کو یہ سب دیا جائے گا۔ دوسری صورت میں جس نے دیا وہی مالک ہے۔ وہ واپس لے سکتا ہے اور تیسری صورت میں شوہر کے خاندان کا رواج دیکھا جائے گا۔ اگر وہ عورت کو ان اشیاء کا مالک بناتے ہیں تو عورت کو دیا جائے گا ورنہ وہ حقدار نہیں اس سے واپس لیا جا سکتا ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

خلع میں حق مہر سے زائد مال لینا کیسا؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ رمضان المبارک 1441ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ زید کی بیوی ہندہ بلا اجازتِ شرعی زید سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے زید چاہتا ہے کہ ہندہ کو خلع دینے کے بدلے شادی میں کئے گئے خرچ کو ہندہ سے لے، زید کا یہ لینا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ خرچ اس کو دیئے ہوئے حق مہر سے زائد ہے اور زید کی طرف سے ہندہ پر زیادتی نہیں ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی اصطلاح میں خلع یہ ہے کہ شوہر اپنی مرضی سے مہر یا دیگر مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کر دے، اس میں عورت کا قبول کرنا بھی شرط ہے، اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اُس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

لہٰذا اگر سائل اپنے قول میں سچا ہے تو زید نے جتنا حق مہر میں مال دیا ہے اتنا مال لے سکتا ہے اس سے زائد لینا مکروہ ہے البتہ اگر زائد لے گا تو قضاءً جائز ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بلاوجہِ شرعی عورت کا شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کے بعد بچی کس کے پاس رہے گی؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Kan:12150

تاریخ اجراء: 29ربیع الثانی1438ھ/28جنوری2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی چھ سال پہلے ہوئی، میری تین سال کی ایک بیٹی ہے۔ ہم میاں بیوی میں جھگڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے ہماری بن نہیں پا رہی ہے، مجھے پوچھنا یہ ہے کہ اگر میں ان کو طلاق دے دیتا ہوں تو جدائی کے بعد مندرجہ ذیل معاملات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(1)میری بیٹی کس کے پاس رہے گی؟

(2)اگر بچی کی ماں کہیں اور شادی کر لیتی ہے تو اب بچی کس کے پاس رہے گی؟

(3)اگر بچی اپنی ماں کی پرورش میں ہو تو کیا وہ لوگ مجھے بچی سے ملنے سے روک سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1)نو سال کی عمر تک بچی اپنی والدہ کے پاس رہے گی، اور اس دوران بچی کے اخراجات آپ پر لازم ہوں گے۔ نو سال کے بعد اس کی شادی تک آپ کے پاس رہے گی۔

(2)اگر بچی کی ماں ایسے شخص سے شادی کر لیتی ہے جو بچی کا اجنبی یعنی نامحرم ہے تو اب اسے حقِ پرورش نہ ہوگا بلکہ بچی کی نانی کو حق حاصل ہوگا، وہ نہ ہو تو نانی کی ماں، وہ نہ ہو تو بچی کی دادی، دادی نہ ہو تو پردادی۔ یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ دار عورتوں کو حق حاصل ہوگا۔ جن کا تفصیلی بیان بہار شریعت میں صدرالشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ماں اگر نہ ہو یا پرورش کی اہل نہ ہو یا انکار کر دیا یا اجنبی سے نکاح کیا تو اب حقِ پرورش نانی کے لیے ہے، یہ بھی نہ ہو تو نانی کی ماں، اس کے بعد دادی، پردادی بشرائط مذکورہ بالا پھر حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر سوتیلی بہن پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر اخیافی بہن کی بیٹی پھر خالہ یعنی ماں کی حقیقی بہن پھر اخیافی پھر سوتیلی پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر حقیقی بھتیجی پھر اخیافی بھائی کی بیٹی پھر سوتیلے بھائی کی بیٹی پھر اسی ترتیب سے پھوپیاں پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ پھر ماں کی پھوپیاں پھر باپ کی پھوپیاں اور ان سب میں وہی ترتیب ملحوظ ہے کہ حقیقی پھر اخیافی پھر سوتیلی۔ اور اگر کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو یا ہو مگر اسکا حق ساقط ہو تو عصبات بہ ترتیبِ ارث یعنی باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا پھر بھتیجے پھر چچا پھر اس کے بیٹے مگر لڑکی کو چچازاد بھائی کی پرورش میں نہ دیں خصوصاً جبکہ مشتہاۃ ہوا ور اگر عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی پرورش میں دیں مثلاً اخیافی بھائی پھر اُسکا بیٹا پھر ماں کا چچا پھر حقیقی ماموں۔ چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کو لڑکے کی پرورش کا حق نہیں۔''

(بہار شریعت، جلد2، حصہ 8، صفحہ 254، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(3)پرورش کے دوران یا بعد میں اگر ماں یا باپ بچی کو ملنا اور دیکھنا چاہیں تو ملنے اور دیکھنے سے کوئی منع نہیں کر سکتا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-534

تاریخ اجراء: 08 ربیع الاول 1444ھ/05 اکتوبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

طلاق کی قسم کھانا یا کھلانا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کی قسم کھانا یا کسی سے طلاق کی قسم لینا شرعاً ناپسندیدہ فعل ہے اسے نفاق کی علامت میں بھی شمار کیا گیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جامع صغیر میں اور امام علاء الدین علی المتقی الھندی رحمۃ اللہ علیہ کنز العمال میں ابنِ عساکر سے حدیث پاک بیان کرتے ہیں: "ما حلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الا منافق" یعنی مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ (کنز العمال، حدیث 46340، جلد 16، صفحہ 689، بیروت)

جد الممتار میں ہے: "ان الحلف بالطلاق عد فی الحدیث من خصائل النفاق فاذن یترجح قول من کرہ" یعنی حدیث پاک میں طلاق کی قسم اٹھانے کو خصائلِ نفاق سے شمار کیا ہے، تب اسی کا قول راجح ہوگا، جس نے اسے مکروہ قرار دیا۔ (جد الممتار، جلد 5، صفحہ 122، مطبوعہ: بیروت)

امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک واعظ کے متعلق سوال ہوا کہ جس نے طلاق کی قسم کھائی تھی اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: "واعظ کو نہ چاہیئے کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعاً ناپسندیدہ ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد 13، صفحہ 198، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

طلاق کے بعد سسر محرم رہے گا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2137

تاریخ اجراء: 15 ربیع الثانی 1445ھ / 31 اکتوبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

عورت کی طلاق کے بعد اس کا سابقہ سسر اس کے لیے محرم رہے گا یا نہیں؟ کیا عورت کے انتقال کے بعد وہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طلاق کے بعد بھی عورت کا سسر اس کے لیے محرم ہی رہے گا کہ نکاح کرتے ہی عورت پر اپنے خاوند کا حقیقی والد یعنی سسر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتا ہے لہذا اگر فتنے وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو وہ اپنی سابقہ بہو کے انتقال کے بعد اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ ترجمہ: اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیاں (تم پر حرام ہیں)۔ (سورۃ النساء، پ04، آیت 23)

ردالمحتار میں ہے "تحرم زوجۃ الاصل والفرع بمجرد العقد دخل بھا أو لا" ترجمہ: اپنی اصل اور اپنی فرع کی بیوی محض عقد سے ہی حرام ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج04، ص111، کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیاوالد کے ہوتے ہوئے ماموں کو حق پرورش حاصل ہوتا ہے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:983

تاریخ اجراء: 05جمادی الثانی1438ھ/05مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض معاملات کی وجہ سے میں نے تقریباسولہ سال پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی،اس وقت میری سب اولاد چار سال یااس سے کم ہی تھی،میری بیوی اولاد کو لے کراپنے میکے(لاہور)میں رہناشروع ہوگئی اور کچھ عرصے بعداس کاانتقال ہو گیااور بچوں کی ساری دیکھ بھال بچوں کے ماموں کرتے رہے،اب مجھے کسی نے بتایاہے کہ لڑکاسات سال کی عمرمیں اور لڑکی نو سال کی عمرمیں پہنچ جائے تووالدپرلازم ہوتاہے کہ وہ اپنی اولاد کواپنے پاس رکھے اور ان کی تربیت کرے۔میں انہیں لینے کے لیے گیاتو ان کے ماموں واپس کرنے سے منع کررہے ہیں اور میرے بچے(بیٹا20،اوربیٹیاں 17,18 سال کی ہیں)بھی ساتھ آنے پرراضی نہیں ہیں،اب میرے لیے شریعت میں کیاحکم ہے؟نیز کیاان کی شادیوں کی ذمہ داری مجھ پرہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ آپ بچوں کے ماموں سے بچے لے کراپنی کفالت میں رکھیں اوران کی اچھی تربیت کریں کیونکہ ماں کی وفات کے بعد نانی کے پاس پرورش پانے کی مدت بہت پہلے پوری ہوچکی ہے۔اور بالغ ہونے کے بعداگرچہ بیٹے کوالگ رہنے کی اجازت مل جاتی ہے مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ بیٹاایسا سمجھدار ہوگیاہو کہ اب بدنامی یافتنے کا خوف اور تادیب کی حاجت نہ ہو مگر ہمارے زمانے میں عموماًبیس سال کالڑکااتنا سمجھدار نہیں ہوتااوراسے تادیب کی حاجت ہوتی ہے یابدنامی وغیرہ کاخوف ہوتاہے،نیزاکثر صحبتیں بھی اخلاق کوبرباد کرنے والی ہیں،اس لیے بیٹا بھی آپ کے ساتھ ہی رہے گااوربیٹیاں مطلقاجب تک ان کی شادی نہیں ہوجاتی،آپ کے ساتھ رہیں گی،انہیں حکم شریعت بتائیں اور سمجھائیں،اگروہ نہیں مانتے توآپ کے نافرمان اورگنہگار ہوں گے،البتہ اگربیٹاواقعی میں ایساہے کہ اب نہ توبدنامی یافتنے کاخوف ہے اورنہ تادیب کی ضرورت ہے توبیٹااپنے ماموں کے پاس رہ سکتاہے اورآپ بیٹے کواپنے پاس رہنے پر مجبور نہیں کرسکتے۔ماموں کو باپ کے ہوتے ہوئے بچے اپنے پاس رکھنے کاکوئی حق نہیں ہے نیز بیٹیوں کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہہ کر وہیں رکی رہیں کہ ہم بھائی کے ساتھ رہ رہی ہیں کیونکہ والد کے ہوتے ہوئے بھائی کے پاس رہنا بھی درست نہیں،نیز بچوں کی شادی کی ذمہ داری بھی آپ پرہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم